ابنِ صفی

جلد نمبر
33

جاسوسی دنیا

98- رلانے والی

99- تصویر کا دشمن

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 33

مکمل سیٹ

98	رلانے والی
99	تصویر کا دشمن

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلشر..........خالد سلطان

پرنٹر............یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 98

رلانے والی

(مکمل ناول)

پیشرس

رلانے والی مجھے رلاتی رہی اور کتاب اس بار لیٹ ہوگئی۔اس کتاب کے اشتہار میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ فریدی حمید کو دیکھ کر متحیر رہ جاتا ہے۔لیکن حقیقت یہ تھی کہ فریدی سے زیادہ حمید خود فریدی کے معاملے میں متحیر تھا۔

عمران سیریز کے ناول ''گیت اور خون'' زیادہ تر پڑھنے والوں کو پسند آیا تھا اور پسندیدگی کے اظہار کے لئے اتنے خطوط آئے تھے کہ فرداً فرداً ہر خط کا جواب لکھنا آدمی کے بس کی بات نہیں۔اس لئے اتنے لکھے کو بہت جانئے اور میرا شکریہ قبول فرمائیے۔دو چار خطوط میں ناپسندیدگی بھی ظاہر کی گئی تھی۔بہر حال اُن حضرات کا بھی شکریہ۔

اسی ناول میں کہیں میں نے ''دُرِ یتیم'' لکھا تھا۔لٰہذا ایک صاحب نے اس کے معنی پوچھے ہیں ''یتیم'' کے لغوی معنی ہیں ''اکیلا''......خاص قسم کا بڑا موتی جو صدف میں ایک ہی ہوتا ہے......اسے ''گوہر یکدانہ'' اور ''درشہوار'' بھی کہتے ہیں۔

تنبیہہ......درشہوار'' نام کی خواتین بھی ہوتی ہیں۔اگر آپ نے انہیں ''دُرِ یتیم'' کہنا شروع کر دیا تو نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔

جاسوسی دنیا کے پلاٹینم جوبلی نمبر کے لئے ابھی سے تقاضے شروع ہو گئے ہیں۔مطمئن رہیے۔پڑھنے والوں کی خواہشات کے احترام میں اس کے لئے بھی کچھ کیا جائے گا۔

ضخیم ناول ''دیو پیکر درندہ'' کا شوشہ میں نے یونہی نہیں چھوڑا تھا۔دیگر احوال یہ ہے کہ رسائل اور اخبارات کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔کتابیں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکیں۔آخر وہی سب کچھ تو کتابوں کی تیاری میں بھی استعمال ہوتا ہے جس کی گرانی کی بناء پر اخبارات اور رسائل کے دام بڑھائے گئے ہیں۔فی الحال یہ حقیر پُرتقصیر حالات کا مقابلہ کر رہا ہے لیکن کب تک......ہوسکتا ہے عمران سیریز اور جاسوسی دنیا کی قیمتوں میں بھی اضافہ کرنا پڑے۔ لٰہذا کچھ خیال نہ فرمائیے گا۔

ابن صفی

١١/١٠/١٩٦٦

حیرت کے لمحات

ہائی سرکل نائٹ کلب کے ڈائننگ ہال میں مدہم سی سبز مائل روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میزیں آباد تھیں۔ ہونٹ ہلتے نظر آتے۔ ہاتھ متحرک ہوتے لیکن ملی جلی آوازوں کا آہنگ ہلکی سی بھنبھناہٹ سے آگے نہ بڑھنے پاتا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے جب ہلکی موسیقی ہال میں گونجتی تو پھر آوازیں بالکل ہی دب کر رہ جاتیں۔

کیپٹن حمید اپنی میز پر تنہا تھا۔

تنہا اور اداس...... تنہا اس لئے کہ ابھی شادی نہیں ہوئی تھی اور اداس اس لئے کہ شادی ہوجانے کے بعد بچے بھی ہوتے ہیں اور انہیں گھر پر چھوڑ کر خود کلب چلے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ کلبوں میں مارے پھرنا کوئی معقول حرکت نہیں۔ لہٰذا وہ شادی کرے گا اور نہ اسے نامعقولیت کے احساس سے دوچار ہونا پڑے گا۔

تنہائی اور اداسی برحق ہے۔

اُس نے ایک طویل سانس لی اور پائپ میں تمبا کو بھرنے لگا۔

ایک اسپینی نغمہ لاؤڈ اسپیکر سے منتشر ہو رہا تھا۔ فضا میں ایک مانوس سی خوشبو رچی بسی تھی۔

اسی ہال میں اُس نے صدہا خوشگوار شامیں گذاریں تھیں...... تنہا بھی اور دوسروں کے ساتھ بھی...... لیکن یہ شام...... نہ جانے کیوں عجیب سی لگ رہی تھی۔

نہ اُسے کسی کا انتظار تھا اور نہ کسی خاص مقصد کے تحت یہاں آیا تھا...... نہ اداسی لائی تھی اور نہ تنہائی۔ اداس تو وہ یہاں پہنچ کر ہو گیا تھا۔

اس نامعلوم سی اداسی کا دورہ اکثر پڑتا تھا۔ اب اس وقت اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس تاثر کو ذہن سے جھٹک دینے کے لئے کیا کیا جائے۔

دفعتاً کلب کے منیجر پر نظر پڑی جو اُسی کی طرف آ رہا تھا۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھیں پر تپاک انداز میں چمک رہی تھیں۔

''میری خوش قسمتی ہے جناب کہ آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہتے ہیں۔'' اس نے قریب پہنچ کر کہا۔ ''بقول شاعر۔''

''ایک منٹ......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''شعر سنائے بغیر بھی تم مقصد بیان کر سکتے ہو۔''

''جی ہاں...... جی ہاں۔'' وہ دانت نکالے ہوئے بیٹھ گیا۔

''ہوں...... کیا بات ہے؟'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ عاقر قرحا کسے کہتے ہیں۔''

''ہوش میں ہو یا نہیں۔'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ ''میں کوئی موٹر مکینک ہوں۔''

اس پر وہ ہنسی کے مارے دوہرا ہو گیا۔

حمید اُسے شرارت آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا پلکیں جھپکاتا رہا۔ کچھ دیر ہنسی پر قابو پانے میں لگی۔ پھر وہ ہانپتا ہوا بولا۔ ''ارے جناب! بھلا اس کا موٹر یا اس کے میکنزم سے کیا سروکار...... یہ تو ایک حکیم صاحب کے لکھے ہوئے نسخے کی چیز ہے۔''

''اوہ......!'' حمید نے ایسا منہ بنایا جیسے اپنی غلط فہمی پر نادم بھی ہو اور جھلاہٹ میں بھی مبتلا ہو گیا ہو۔

''کئی دن سے ایک نچلی ڈاڑھ میں تکلیف ہے؟'' منیجر نے بسور کر کہا۔

''لاحول ولاقوۃ......!''

''جی......!'' وہ چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

''ڈاڑھ......!'' حمید کے لہجے میں حقارت تھی۔ ''تم خود کو شاعر کہتے ہو۔''

''کک......کیوں......!''

''ایسے کریہہ الصوت الفاظ تمہاری زبان سے ادا کیسے ہوتے ہیں۔''

''واہ جناب......تو پھر ڈاڑھ کو کیا کہوں۔''

''مت بور کرو۔'' حمید بُرا سا منہ بناتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''پتہ نہیں آج آپ کا موڈ کیا ہے؟''

حمید جھنجھلا کر پلٹا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''میں آج بہت اداس ہوں۔ ہے کوئی علاج تمہارے پاس۔''

''علاج......!'' منیجر نے قہقہہ لگایا اور پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا بایاں پہلو دبائے ہوئے کہا۔ ''میں بھول جاتا ہوں کہ دل کا مریض بھی ہوں اور مجھے اتنے زور سے نہ ہنسنا چاہئے۔''

''کاش تم کچھ دیر اور اسی طرح ہنستے رہتے۔''

''تو آپ چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں۔''

''اکثر بیویاں اپنے شوہروں سے ایسے سوالات کرتی ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' منیجر اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں تو نیکی کرنے آیا تھا...... یہاں ...... یہ بقول شاعر......ہونہہ......!''

''بیٹھ جاؤ......!'' حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں صاحب! میں تو دشمن ہوں......بقول......!''

''شعر اب بھی نہیں سنوں گا......!'' حمید نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت مضبوط کرتے

ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب! میرے پاس وقت نہیں ہے۔“ منیجر نے کلائی چھڑانے کیلئے زور لگایا۔

”ٹوٹ جائے گی۔“ حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”لاحول ولا قوۃ۔“ منیجر نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا اور اس طرح ادھر اُدھر دیکھنے لگا جیسے اندازہ کرنا چاہتا ہو کہ کسی نے اس کو اس حال میں دیکھا تو نہیں۔ کچھ دیر بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”براہِ کرم ہاتھ چھوڑ دیجئے۔ میں نہیں اٹھوں گا۔“

”یہ لو......!“ حمید نے ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”اور موڈ ٹھیک ہونے کے لئے صرف دو منٹ دے سکتا ہوں...... تم نہیں جانتے کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ ملحوظ خاطر رہے کہ اگر محبوب سے چھیڑ چھاڑ بھی نہ ہوتی رہے تو پھر محبت کا فائدہ ہی کیا...... بقول شاعر......!“

منیجر بے بسی سے ہنس پڑا۔

اب ہال میں ایک طربیہ نغمہ گونج رہا تھا۔

قریب کی میز سے تازہ کافی کی بھاپ حمید کے نتھنوں تک پہنچی اور اس نے منیجر کا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔ ”تو آج کل نیس کافی چل رہی ہے۔ لیکن یہ امپورٹ تو ہوتی نہیں۔“

”ہرگز نہیں جناب۔ ہم پولسن کے علاوہ اور کوئی برانڈ نہیں استعمال کرتے۔“

”کرتے ہو بھی تو کیا...... جسے ہم چاہیں......!“ حمید جملہ پورا کرنے کی بجائے صرف بائیں آنکھ دبا کر رہ گیا۔

”مجھے آپ کی دوستی پر فخر ہے جناب...... لیکن معاف کیجئے گا آپ حضرات نے اس کرائم رپورٹر کو بہت سر چڑھا رکھا ہے۔“

”انور کی بات کر رہے ہو۔“

”جی ہاں۔“ منیجر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ”وہ حضرت مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔“

”ایک شکایت لکھ کر میرے حوالے کرو۔ کل ہی بند کرائے دیتا ہوں۔“

''خیر ہٹایئے......میں نہیں چاہتا کہ بات اس حد تک بھی بڑھے۔''

''تمہاری مرضی۔''

''کیا میں آپ کے لئے کافی منگواؤں۔'' منیجر نے کچھ دیر خاموش رہ کر پوچھا۔

''نہیں میں جنجر پیئوں گا۔ جب بھی معدہ چوپٹ ہوتا ہے تنہائی کے احساس کے ساتھ ہی اداسی بھی بڑھ جاتی ہے۔''

''جواب نہیں ہے آپ کا بھی۔ خیر چھوڑیئے۔ جس طرح آپ حق دوستی ادا کرتے ہیں اسی طرح اس وقت میں بھی اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔''

''یعنی......تم مجھے ایک بوتل جنجر پلا کر سبکدوش ہو جاؤ گے۔'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''سمجھنے کی کوشش کیجئے۔'' منیجر بے حد سنجیدہ ہو کر بولا۔

حمید نے حیرت ظاہر کرنے کے لئے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور استفہامیہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا۔

''کل یہاں ایک حیرت انگیز منظر دیکھنے میں آیا۔'' منیجر حمید کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

حمید نے پھر کچھ نہ کہا۔ منیجر نے خاموش ہو کر اُس کی آنکھوں میں غالباً اپنے جملے کا ردعمل پڑھنے کی کوشش کی تھی۔

اب حمید سر جھکائے اپنے پائپ کو اس طرح سہلا رہا تھا جیسے وہ پھدک کر اخلاقاً منیجر کی گرد میں جا بیٹھے گا۔

''اور وہ منظر......!'' منیجر کچھ دیر بعد بولا۔ ''خدا کی قسم میرے لئے تو بے حد حیرت انگیز تھا کیونکہ اس سے پہلے میں نے کبھی انہیں ایسی حالت میں نہیں دیکھا۔''

''کیا ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر بانگ دے رہے تھے۔''

''اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز......ارے وہ ایک عورت کی آنکھوں میں ایسی محبت سے دیکھ رہے تھے کہ میں نے سوچا کاش میں بھی عورت ہوتا۔''

''کسی نے ہوائی چھوڑی ہوگی۔'' حمید بے اعتباری سے ہنسا۔

''قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔''

حمید جانتا تھا کہ وہ قسمیں کھانے کا عادی نہیں لہٰذا اُسے سنبھل کر بیٹھ جانا پڑا۔

''لیکن اتنی خوبصورت عورت بھی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔''

''تمہیں یقین ہے۔''

''کاش میں اُس کے حسن کے بارے میں الفاظ کے انتخاب پر قادر ہوتا۔'' منیجر نے ٹھنڈی سانس لی۔

حمید نے پائپ سلگا کر جلدی جلدی دو تین کش لئے اور پھر اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''لیکن میں نے دیکھا ہے کہ وہ بھی ایک سحر زدہ کی طرح کرنل کے بازوؤں میں آ گئی تھی۔''

''تم اُونگھ تو نہیں رہے۔'' حمید نے پھر آنکھیں نکالیں۔

''یا خدا...... اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو مجھے غارت کردے۔''

''اچھا...... اٹھو...... چلو اپنے آفس میں چلو۔'' حمید اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے بولا۔

منیجر کے چہرے پر کچھ ایسی سنجیدگی طاری تھی جیسے وہ اس انکشاف کے بعد دنیا کی اہم ترین شخصیت بن گیا ہو۔

وہ آفس میں آئے...... یہاں اُن کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ منیجر کی حالت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ بھنویں آنکھوں پر جھکی آ رہی تھیں اور ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ حمید اسکی طرف ایک بار سے زیادہ دیکھنے کی ہمت نہ کرسکا۔ اُس کے چہرے کی کسی نئی تبدیلی پر پتہ نہیں کب ہنسی آ جائے۔

''آپ کو یقین نہیں آ رہا۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''مجھے بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ لیکن حقیقت بہر حال حقیقت ہے۔ اُسے کسی طرح بھی جھٹلایا نہیں جاسکتا۔''

''میں جانتا ہوں کہ تم جھوٹ نہیں بولتے لیکن حیرت کا اظہار تو مجھے بھی کرنا ہی پڑا تھا۔''

''کیا چہرہ تھا...... کیا آنکھیں تھیں...... ہائے وہ ہونٹ تو بھلائے نہیں بھولتے۔ یاقوت کے تراشے تھے۔ بقول شاعر...... پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے۔''

''اب بس کرو...... آج بب بھی باندھ کر نہیں آیا...... رال ٹپکنے لگی تو کوٹ کا ستیاناس ہوجائے۔!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''وہ ایسی ہی تھی کپتان صاحب...... لیکن جب کرنل صاحب نے اس سے رقص کے لئے درخواست کی تھی تو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ اُن مقناطیسی بانہوں میں کسی ہلکی پھلکی سوئی کی طرح کھنچی چلی آئی ہو...... پھر رقص شروع ہوا تھا۔ کرنل ہولے ہولے کچھ کہہ رہے تھے اور وہ خواب گوں آنکھوں سے اُن کا چہرہ تکے جارہی تھی۔ خود اُس کے ہونٹ ساکت تھے اور مجھے اُس کے دل کی دھڑکن بہت فاصلے سے بھی محسوس ہورہی تھی۔''

''مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہو۔ مجھے تو بعض اوقات اپنے ہی دل کی دھڑکنیں بھی محسوس نہیں ہوتیں۔''

''اڑا لیجئے مذاق......!'' منیجر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''اُسے آپ نے دیکھا ہی نہیں ورنہ آپ بھی اس وقت کہیں اور ہوتے۔''

''خیر ہاں تو پھر کیا ہوا......؟''

''اُدھر وہ دونوں نغمے کی لہروں میں بہے جارہے تھے اور ادھر ایک آدمی بُری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اُس نے کئی فورک توڑ ڈالے کئی چھریاں موڑ دیں۔ کئی پلیٹیں مکے مار مار کر توڑ ڈالیں...... سنگ مرمر کی میز پر گھونسہ مارا وہ بیچ سے دو ٹکڑے ہوگئی...... پھر مجھے کھانے دوڑا حرام زادہ۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔ کون تھا وہ......!''

''خان وجاہت...... نجم الدولہ کے صاحبزادے۔''

''یہ کن جانوروں کی بات کررہے ہو۔ میں اس نسل سے واقف نہیں ہوں۔''

''نجم الدولہ کو نہیں جانتے...... کئی آئرن فیکٹریوں کے مالک...... جنہیں لوہے کا خبط

ہے۔لڑکے کا نام فولاد خان رکھا تھا...... سنتا ہوں بیگم صاحبہ نے وجاہت کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس پر تین سال تک ان کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ خاندانی لوگ ہیں...... نوابی گئی تو سرمایہ داری اختیار کی۔ بہرحال اب ہیں تو بنئے ہی لیکن اکڑفوں وہی ہے...... صاحبزادے پانچ چھ سال ٹیکساس میں رہ کر آئے ہیں تو معلوم ہوتا ہے جیسے پیدا بھی وہیں ہوئے ہوں...... اردو بھی امریکی لہجے میں بولتے ہیں۔ بات بات پر ایسا منہ بنائیں گے جیسے کسی نے گالی دے دی ہو۔ مگر ہے جناب طاقتور...... میز پر ایک ہی گھونسہ مارا تھا کہ بیچ سے دو ٹکڑے ہو گئی۔''

''تو وہ کیوں تاؤ کھاتا رہا تھا۔''

''عورت دراصل اُسی کے ساتھ تھی۔ کرنل نے اُس کی پرواہ کئے بغیر رقص کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے تھے...... اور وہ اُن کے بازوؤں میں کھنچی چلی گئی تھی۔''

حمید کی بھنویں تن گئی تھیں اور وہ بجھا ہوا پائپ سلگانے لگا تھا۔

''پھر میں نے خان وجاہت کو بڑی بڑی قسمیں کھاتے سنا تھا...... شائد کرنل صاحب کو پہچانا نہیں...... اس لئے کہہ رہا تھا وہ کوئی بھی ہو میں اُسے جان سے ماردوں گا۔''

''اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ راؤنڈ ختم ہونے کے بعد کیا ہوا تھا۔'' حمید نے اکتا کر کہا۔

''پھر وہ رقص کرنے والوں کی بھیڑ سے تنہا واپس آتی دکھائی دی تھی ۔کرنل صاحب تو کہیں نظر نہ پڑے تھے۔''

''تم بتانا کیا چاہتے ہو......؟''

''کمال ہو گیا...... آپ ابھی تک سمجھے ہی نہیں۔''

''میں کچھ نہیں سمجھا۔''

''کیا......؟'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''کیا میں ہر ایک کی دم سے بندھا پھرتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ تم بھی اُس عورت میں دلچسپی لیتے رہے ہو ورنہ اس کے بارے میں تفصیل سے کیسے بتا سکتے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ تم ہر وقت ڈائننگ ہال یا ریکریئشن ہال کے

چکر لگاتے پھرو۔"

"یہ سراسر اتہام ہے۔"

"بقول شاعر......!" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"آپ کی آنکھوں میں مروت نہیں ہے۔" منیجر اتنی دیر میں غصے سے ہانپنے لگا تھا۔

"خیر میں تو معلوم ہی کرلوں گا کہ چکر کیا ہے......پھر دیکھنا۔"

"کیا دیکھوں گا......؟"

"کچھ نہیں۔" حمید نے کہا اور آفس سے باہر نکل آیا۔

منیجر سے ملی ہوئی اطلاع دلچسپ بھی تھی اور تشویش ناک بھی......اس کا خیال تھا کہ کبھی نہ کبھی آتش فشاں سے لاوا ضرور پھٹے گا۔ فطرت سے کب تک جنگ جاری رکھی جاسکتی ہے۔

وہ عجیب سی بے چینی میں مبتلا ہوگیا تھا۔ ایک بے نام سی خلش......لاحول ولا قوۃ...... اُس نے سوچا......بھلا اُسے کیا؟

فریدی صاحب بھی آدمی ہیں......محاورۃً لوہے کے بنے ہوں گے، لیکن رگوں میں تو خون دوڑ رہا ہے اور دل بھی محاورۃً ہی پتھر کا ہوسکتا ہے لیکن اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ دوسروں کی محبوباؤں پر ہاتھ ڈالتے پھریں گے۔

لیکن آخر وہ عورت کیسی ہوسکتی ہے جس نے ایسے ثقہ آدمی کو اس بے راہ روی پر مجبور کردیا۔

منیجر کم از کم اُس سے اس کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔

لاحول ولا قوۃ......اس نے ایک بار پھر اپنے ذہن کو جھٹکارنے کی کوشش کی۔ بھلا اُسے کیا؟ ہوگا کچھ......!

بوریت بڑھتی جارہی تھی۔

اُس نے سوچا کیوں نہ قاسم کو بلالیا جائے۔ اس کے ساتھ وقت بہرحال اچھا کٹتا ہے۔

کاؤنٹر سے اُسے فون کیا۔ گھر ہی پر موجود تھا لیکن چھوٹتے ہی بولا۔

''میں اس وقت نہیں آ سکتا۔''

''آخر کیوں......؟''

''میری بیگم ایک استانی سے ایمبرائیڈری کا کام سیکھ رہی ہیں۔''

''بیگم سیکھ رہی ہیں نا......تم چلے آؤ۔''

''نہیں میں دیخ رہا ہوں......کہیں الٹا سیدھا نہ سکھا دے۔''

''کیسی ہے......؟''

''لاحول ولا کوت......سالے ہمیشہ گندی بات سوچو گے۔''

''ضرور تمہارے معیار کی ہے تبھی......!''

''اچھا بس......!'' دوسری طرف سے جھلائی ہوئی سی آواز آئی اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

حمید نے بھی ریسیور رکھ دیا......وہ سوچ رہا تھا......عورت......عورت ہر طرف عورت......چہار جانب اسی کے تذکرے......لعنت ہے......اور تو اور......میں خود بھی......تو کیا اب میں خود اپنے ہی سر پر جوتے لگاؤں۔ ارے حد ہوگئی...... یہ بوڑھے......عورتوں کی بے راہ روی کا تذکرہ تو منہ بگاڑ کر کریں گے لیکن تفصیل کے ساتھ......رال ٹپکاتی ہوئی آنکھیں اس وقت دیکھنے کے قابل ہوتی ہیں جب وہ اُن کے چست لباس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ہونٹوں میں تو تنفر آمیز کھنچاؤ ہوتا ہے لیکن آنکھیں بھیک مانگتی نظر آتی ہیں اور پھر آخر تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہوتی ہے۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہوتا کہ آج کل کی عورت خود نمائی کے سلسلے میں سخت نامعقولیت کا ثبوت دے رہی ہے......اُوہ......عورت......عورت......!

اُس نے اپنے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیا۔ کس طرح نکلے عورت ذہن سے۔ کیا ضروری ہے کہ بوڑھوں اور اُن کی ذہنی کجروی کے بارے میں سوچا ہی جائے۔ ضرور سوچا جائے گا......کیونکہ عورت کا معاملہ ہے۔ ہزار بار لعنت......خداوندا میں کیا کروں......آدمی کی پسلی سے کسی حوا کی پیدائش کی کیا ضرورت تھی......تو بڑی شان والا ہے......صرف آدم سے ہی کام چلا لیا ہوتا۔ نہیں چلی......عورت کے بغیر تیری بھی نہیں چلی۔

پھر اُس کا جی چاہا کہ اپنے کپڑے چیر پھاڑ کر پاگلوں کی طرح چیختا ہوا وہاں سے نکل بھاگے۔شاید ایسا کر بھی گذرتا...... لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک عورت نظر آئی۔ صدر دروازے سے ہال میں داخل ہو رہی تھی۔ غیر ملکی تھی اور کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتی تھی۔ لیکن خدا کی پناہ...... حسن بے پناہ کی تصویر۔حمید تو بس دیکھتا ہی رہ گیا اور پھر یہ بھی بھول گیا کہ ابھی عورت ہی کے تصور سے پیچھا چھڑانے کیلئے دیوانہ پن کی سرحدوں کو چھونے لگا تھا۔

وہ اُسے دیکھتا رہا۔

رفتار کا تو جواب ہی نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے لہروں میں کنول ڈول رہا ہو۔اس کے علاوہ کسی اور پر نظر نہ تھی۔

اُس نے اسے ڈائننگ ہال سے گزر کر ریکریئشن ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔نظروں سے اوجھل ہو جانے کے باوجود ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ہلکے ہلکے ہلکورے لیتی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

دفعتاً وہ کسی کی سرگوشی پر چونکا...... مڑ کر دیکھا تو منیجر نظر آیا...... وہ اب بھی اس طرح جھکا کھڑا تھا جیسے اس کے کان ہی میں کچھ کہنا چاہتا ہو۔اس نے سرگوشی کی۔

''دیکھا آپ نے......!''

حمید نے اثباتی انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور ریکریئشن ہال کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

''ارے کرنل صاحب بھی......!'' اس نے منیجر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنی۔

حمید پھر اُس کی طرف مڑا...... فریدی پر نظر پڑی...... وہ صدر دروازے سے داخل ہو کر اسی طرف آ رہا تھا۔

حمید نے ہونٹ بھینچ لئے اور منیجر کو اس طرح گھورنے لگا جیسے مار بیٹھے گا۔

شائد اُس کی اسی حرکت کی بناء پر فریدی سیدھا اسی طرف چلا آیا تھا۔

''کیا بات ہے۔'' اُس نے نیچے سے اوپر تک حمید کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''کک......کچھ نہیں جناب......!'' منیجر ہکلایا۔

''تو پھر......!''

''کچھ نہیں جناب عالی......!'' منیجر نے کہا اور تیزی سے اپنے آفس کی طرف مڑ گیا۔

حمید اب فریدی کی آنکھوں میں بغور دیکھ رہا تھا۔ فریدی کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار تھے۔

دفعتاً اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں تمہارے آفیسر کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔''

دوسری خبر

کچھ دیر بعد لان کی کھلی ہوا میں حمید کو ہوش آیا......ورنہ اُسے تو یاد نہیں کہ وہ ہال سے باہر کیسے آیا تھا۔ خود آیا تھا یا......

اس نے دو چار گہری گہری سانسیں لیں اور بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ غالباً وہ خود ہی یہاں تک پہنچا تھا۔ اس نے سوچا......آخر اس طرح تاؤ کھانے کی کیا ضرورت تھی کہ ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ لیکن فریدی کا تحکمانہ انداز شائد اپنے اندر اظہار تنفر بھی رکھتا تھا۔ غالباً وہ سمجھ گیا تھا کہ منیجر نے اُسے اس عورت کے بارے میں ضرور بتایا ہوگا......تو پھر......کیا اُسے اسی طرح پیش آنا چاہئے تھا......اسی طرح......

ایک بار پھر اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں اور بڑھتے ہوئے غصے کے اثر سے ذہن قلابازیاں کھانے لگا۔

اچھی بات ہے فریدی صاحب۔ اُس نے سوچا اگر آپ بہکے ہیں تو میرے ہاتھوں آپ کو کافی پریشان ہونا پڑے گا۔

اور پھر اُسے وہ عورت یاد آ گئی جو اُس کے ذہن پر ایک خوابناک سا تاثر چھوڑ گئی تھی۔

''اچھی بات ہے فریدی صاحب۔'' اس بار وہ اپنے سر کو جنبش دے کر بڑبڑایا تھا۔

پارکنگ شیڈ سے اُس نے اپنی موٹر سائیکل نکالی اور بس چل پڑا۔ منزل کا تعین کئے بغیر......

کچھ دیر بعد ایک بھری پُری سڑک سے گذرتے وقت اُس نے پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب موٹر سائیکل روکی اور اُتر کر بوتھ میں آیا۔

دوسرے لمحے میں وہ ہائی سرکل نائٹ کلب کے منیجر کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

''ہیلو......!'' دوسری طرف سے منیجر ہی کی آواز آئی۔

''میں تمہارا مخلص ترین دوست بول رہا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''یعنی......اوہ کپتان صاحب۔''

''ہاں...... پیارے......اب کیا احوال ہیں۔''

''ابھی میں نے ریکریئیشن ہال میں جھانکا تھا......دونوں الگ میزوں پر تنہا ہیں۔''

''اور وہ نجم الدولہ کے فرزند رشید......!''

''وہ تو ابھی تک نہیں دکھائی دیا۔''

''دونوں میزوں کے درمیان اندازاً کتنا فاصلہ ہوگا......!'' حمید نے پوچھا۔

''اتنا فاصلہ کہ کچھ بھی تو نہیں ہوسکتا۔'' مضطربانہ انداز میں جواب ملا۔

''پھر بھی......!''

''دو میزیں حائل ہیں بیچ میں۔''

''اگر حائل نہ ہوتیں تو تمہاری دانست میں کیا ہوتا۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

''کک......کیا ہوتا......یعنی کہ......عجیب سوال ہے۔''

''بتاؤ......!'' حمید غرایا۔

ارے واہ جناب......یہ اچھی رہی۔''

''میں جواب چاہتا ہوں۔''

''اچھا تو وہی ہونا جو ہونا چاہئے۔'' غالباً منیجر بھی طیش میں آ گیا تھا۔

''کیا بک رہے ہو......!'' حمید چیخا۔

لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ حمید نے دانت پیستے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ چند لمحے خاموش کھڑا رہا...... پھر دوسرے سکے کا فون کرنے کے بعد دوبارہ ہائی سرکل سے رابطہ قائم کر سکا۔

''خفا ہو گئے...... پیارے دوست......!'' اُس نے بڑے پیار سے کہا۔

''آپ باتیں ہی ایسی کرتے ہیں جناب۔'' منیجر کی آواز میں ابھی اکڑ باقی تھی۔

''تھوک دو غصہ مری جان...... ایسی سہانی راتیں بار بار نہیں آتیں۔''

''جی...... جی...... جناب...... یعنی کہ...... ہی ہی ہی...... آپ تو...... ہی ہی...... بقول شاعر۔''

''خیر...... خیر...... سنو بات...... تمہیں ہمارے کرنل صاحب پر نظر رکھنی ہے...... بڑے پارسا بنتے تھے بے چارے۔''

''لل...... لیکن...... اگر انہیں معلوم ہو گیا تو......!''

''وہ میں دیکھ لوں گا...... تم فکر نہ کرو۔''

''بہت اچھا جناب......!''

حمید سلسلہ منقطع کر کے بوتھ سے باہر نکل آیا۔ لیکن اب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ پھر اُس نے سوچا کیا حماقت ہے؟ میری بلا سے۔ لیکن آخر اس بے تکے رویے کی کیا ضرورت تھی۔ دم سے تو بندھا نہ رہتا...... یا حضرت کو خیال تھا کہ میں آپ کی منظور نظر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ لاحول ولا قوۃ...... لیکن ہے زوردار...... کچھ عجیب سا انداز رکھتی ہے۔ آنکھیں کتنی پُر اسرار تھیں...... اتنی گہری سیاہ آنکھیں اس سے پہلے کسی سفید فام نسل میں نظر نہیں آئی تھیں...... اُوہ...... جہنم میں جائے۔ وہ گردن جھٹک کر موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن تھوڑی دیر تک مختلف سڑکوں پر چکراتے رہنے کے بعد اُس نے سوچا کہ اُسے خان

وجاہت کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ وہ قاسم کے طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ ممکن ہے وہ اُس سے متعلق کچھ بتا سکے۔

بس پھر موٹر سائیکل کا رخ عاصم لاج کی طرف ہو گیا۔

تقریباً پندرہ بیس دن سے قاسم سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ حمید کو توقع تھی کہ اچھے ہی موڈ میں ملے گا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ کچھ ہی دیر پہلے وہ فون پر اپنی بیوی کی کسی استانی کا تذکرہ کر چکا ہے جو ان دنوں اُسے ایمبرائیڈری سکھا رہی ہے۔

بہرحال ..... اُس نے سوچا دیکھا جائے گا۔ قاسم کی چڑچڑاہٹ بھی تو پرلطف ہوتی ہے اور اس وقت وہ تفریح کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا۔

قاسم کی کوٹھی پہنچ کر اُسے اطلاع ملی کہ "صاحب بزی ہیں......" لیکن ملازم یہ اطلاع دیتے وقت مخصوص انداز میں مسکرایا تھا۔ وہ حمید سے واقف تھا۔ دونوں کے تعلقات کا بھی اُسے علم تھا۔

"بے حد ضروری کام ہے۔" حمید بولا۔

"صاحب...... انہوں نے کہا ہے کہ کسی سے بھی نہیں مل سکیں گے۔"

"مجھ سے بھی نہیں۔"

"آپ ہی کے لئے تو خاص طور پر کہا ہے۔"

"اچھی بات ہے...... تو یہ پرچہ انہیں دے آؤ......!" حمید نے کہا اور اپنی پاکٹ بک کے ایک صفحے پر لکھنے لگا۔ "رام گڈھ والے واقعات تمہاری بیوی کو بتا دیئے جائیں گے۔"

صفحہ نوٹ بک سے پھاڑ کر تہہ کرتے ہوئے اُس نے ملازم سے کہا۔ "اُن کے علاوہ اور کسی کے ہاتھ میں نہ دینا ورنہ نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔"

"بہت اچھا صاحب۔"

ملازم چلا گیا اور حمید پورچ میں کھڑا مدہم سروں میں سیٹی بجاتا رہا۔

کچھ دیر بعد قاسم دندناتا ہوا باہر آیا۔ نوکر اس کے پیچھے تھا۔

''تم جاؤ......!'' حمید نے ملازم سے کہا اور اُس نے اُس کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھے۔ قاسم کے ملازمین تک اُس کے بہکنے کے منتظر رہا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ خاصی تفریح مہیا کرتا تھا بہک کر۔

وہ چلا گیا...... قاسم اب بھی خاموش کھڑا حمید کو گھورے جا رہا تھا۔

''تم سے ایک آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔

''میں تم سے پوچھتا ہوں...... تم نے دھمکی کیوں دی۔'' قاسم آنکھیں نکال کر غرایا۔ ''وہ میری جورو ہے۔ میں اُس کی ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا۔''

''یہ نیک کام جلد سے جلد کر ڈالو تاکہ میں تمہارے لئے دوسری جورو کا انتظام کرسکوں۔'' حمید نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

''میں بھرّے میں نہیں آؤں گا...... چغد نہیں ہوں۔''

''اب اتنی بے اعتباری...... میں تو تمہارے لئے یہاں تک......!''

حمید جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ قاسم کی بیوی بھی پہنچ گئی اور قاسم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''ابے چوب...... ابے چوپ......!''

بیوی دونوں کو خاموشی سے گھورے جا رہی تھی۔

''ہاں...... تو تم...... خان وجاہت کو جانتے ہو......!'' حمید نے اس کی بیوی کی طرف توجہ دیئے بغیر پوچھا۔

''گفتگو کا موضوع بدلنے کی ضرورت نہیں۔'' قاسم کی بیوی نے تیز لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب......؟'' حمید نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔ پھر جلدی سے بولا۔ ''آداب...... آداب...... بلکہ تسلیمات بھی...... قاسم صاحب تو اب اتنے بداخلاق ہوگئے ہیں کہ بیٹھنے کو بھی نہیں کہتے۔''

''توم......!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''تم تو یہیں پورچ کی سیڑھیوں پر بیٹھو گے۔''

''اب ایسی بھی کیا بداخلاقی......!'' بیوی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بلبلقل ...... سالا کہہ رہا ہے بیوی کی ٹانگیں چیر کر پھینک دوں۔ میں دوسری شادی کرادوں گا۔"

حمید بوکھلا گیا۔ ویسے ہی وہ سمجھتی تھی کہ قاسم کی ذہنی بے راہ روی میں اسی کا ہاتھ ہے۔ لہٰذا اس بات پر بھی اُسے یقین آجائے گا۔

پھر قبل اس کے کہ قاسم کی بیوی اُس سے کچھ کہتی اُس نے جھپٹ کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کردی اور دونوں میاں بیوی کی آوازیں اس کے شور میں دب کر رہ گئیں۔ حمید کا اندازہ تھا کہ دونوں ہی کچھ نہ کچھ بک رہے تھے۔

موٹر سائیکل فراٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے گزر گئی۔

"یہ زندگی ہے؟" اُس نے سوچا۔ "اور اپنے ہی ہاتھوں...... پھر کیا کیا جائے۔"

"عیش......!" ذہن کے کسی گوشے سے آواز آئی اور اُس نے اگلی ہی سڑک سے موٹر سائیکل کا رخ نیا گرا کی طرف موڑ دیا۔

رات کے نو بجے تھے۔ شہر سے باہر نکلتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے ساری ذہنی گھٹن خلاء کی وسعتوں میں تحلیل ہوگئی ہو۔

موٹر سائیکل خاصی تیز رفتاری سے راستہ طے کررہی تھی۔ نیا گرہ تک پہنچتے پہنچتے اس کا موڈ بالکل ہی بدل گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ شام ہی سے کافی ہشاش بشاش رہا ہو۔

نیا گرہ حسب دستور زندگی سے بھرپور تھا۔ ہال میں بہتیری جانی پہچانی شکلیں نظر آئیں۔ بعض لوگوں نے اُسے اپنے ساتھ بیٹھنے کی بھی دعوت دی۔ لیکن وہ...... وہ تو اس وقت نہ جانے کیا چاہتا تھا۔

بس ایک ایسی میز منتخب کی جو دور افتادہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ایسی جگہ تھی جہاں سے ہال کی ساری میزوں کا جائزہ لیا جاسکتا تھا۔

اتنے بڑے ہال میں ساری ہی میزیں تو انگیج ہو نہیں سکتی تھیں۔ دراصل یہی خیال اُسے نیا گرہ تک لے آیا تھا۔ ورنہ شہر کے ہوٹلوں میں اس وقت تِل دھرنے کی جگہ بھی نہیں ہوتی۔

اُس نے ایک بار پورے ہال کا جائزہ لیا اور پھر ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ رات کا کھانا بھی ابھی تک نہیں کھایا تھا۔

سوپ پیتے وقت وہ سوچ رہا تھا اتنی واہیات شام گذارنے کا اتفاق اس سے پہلے شائد کبھی نہیں ہوا۔ پہلے فریدی نے سخت توہین کی پھر قاسم پر پھینکا ہوا جوتا خود اپنے منہ پر آ پڑا...... لہٰذا اب محتاط رہنا چاہئے...... ستارہ گردش میں معلوم ہوتا ہے۔

کھانا ختم کر کے اُس نے کافی طلب کی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ویٹر مینو کے ساتھ ریکریئیشن ہال کا پروگرام بھی لایا تھا۔

اُس میں ایک نیگریس کی تصویر دیکھ کر دل باغ ہو گیا۔ یہ گلوکارہ مصر سے آئی تھی اور آج کل نیاگرہ میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

رنگت جیسی بھی ہو۔ حمید نے سوچا لیکن خدوخال کچھ ایسے بُرے نہیں۔ آنکھیں خاصی پرکشش ہیں۔

اُس نے کاؤنٹر پر جا کر اپنے لئے ریکریئیشن ہال میں ایک میز مخصوص کرائی اور پھر اپنی جگہ آ بیٹھا۔ کافی کا انتظار تھا...... ویسے کافی ریکریئیشن ہال میں بھی پی جا سکتی تھی لیکن وہ ویٹر کو اس کے لئے ہدایت نہیں دے سکا تھا۔

رات سسک سسک کر رینگتی رہی۔

آخر وہ یہ سب کچھ کیوں کرتا پھر رہا ہے۔ اُس نے سوچا اور کافی کے گھونٹ پہلے سے بھی زیادہ تلخ محسوس ہوئے۔

کس کی تلاش ہے اُسے۔ کیا کسی عورت کی ہم نشینی کا خواہش مند ہے۔ شہر میں ایک نہیں درجنوں ایسی تھیں جو محض فون کال پر دوڑی آئیں۔ یہ بھی نہیں تو پھر کیا چاہتا ہے؟

''تبدیلی...... محض تبدیلی......'' اُس کا ذہن کسی بچے کی طرح چیخ پڑا۔

معمولات زندگی کی یکسانیت بغیر کمائے ہوئے چمڑے کے جوتوں کی طرح تکلیف دہ ہو گئی تھی۔ تو پھر شاید یہ تبدیلی؟ دفعتاً ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ اُس کے چہرے کو دمکا گئی

اور وہ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کہیں کسی نے اُسے اس طرح خواہ مخواہ مسکراتے تو نہیں دیکھ لیا۔

یہاں کا حساب بے باق کرنے کے بعد اُس نے ریکریئشن ہال کی راہ لی۔ نہ جانے کیوں آج یہاں بھی آبادی معمول سے کچھ کم رہی تھی۔ پھر اس کی وجہ بھی اُس کی سمجھ میں آ گئی۔ نیم عریاں جسموں والا کیبرے تو تھا نہیں. ایک سیاہ فام نسل کی لڑکی اپنی گلوکاری کا مظاہرہ کرنے والی تھی۔ بھلا اُس سے کسی کو کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد رمبا کے لئے موسیقی شروع ہوگئی۔ حمید اپنی میز پر تنہا ہی رہا۔

رقص کرنے والے جوڑے اٹھ اٹھ کر چوبی فرش پر جانے لگے۔

حمید بے دلی سے اس ہنگامہ رنگ وصوت کی طرف متوجہ رہا۔ راؤنڈ ختم ہونے کے تھوڑی دیر بعد مائیک پر معلن نے کہا۔

''خواتین و حضرات......اب ماموزئیل صفورا کلاسوری تشریف لا رہی ہیں۔ موصوفہ نے مغربی اور عرب موسیقی میں کچھ دلچسپ تجربات کئے ہیں۔ اس وقت وہ دونوں کے امتزاج سے اختراع کی ہوئی ایک چیز سنائیں گی اور رقص کے لئے آپ کو اس کے اسٹیپ بھی بتائیں گی۔ ماموزئیل صفورا کلاسوری۔''

اور پھر وہ اسٹیج پر نمودار ہوئی۔ سانچے میں ڈھلا ہوا جسم تھا۔ آبنوسی رنگت بعض زاویوں سے چمکتی ہوئی سی لگتی تھی اور سفید لباس میں تو بس وہ ہی وہ نظر آ رہی تھی پورے ہال میں۔

پھر جب کچھ کہنے کے لئے لب کشائی ہوئی تو حمید کو تشبیہ نہ سوجھ سکی۔ کیونکہ کالے بادلوں کے دامن میں کوندے کی لپک تو بہت پرانی تشبیہ ٹھہری۔

وہ اُس گیت کے بارے میں کچھ بتانے لگی جسے پیش کرنا تھا۔ اس کے بعد رقص کے لئے اسٹیپ سمجھانے لگی تھی۔ کچھ جوڑے اپنی میزوں کے قریب ہی کھڑے ہو کر بتائے ہوئے اسٹیپ کی آزمائش پر اُتر آئے۔ رقص اور گیت...... گیت اور رقص...... بڑا خوابناک ماحول تھا۔

ذرا ہی سی دیر میں صفورا کسی دوسری دنیا کی مخلوق معلوم ہونے لگی۔ حمید کے ذہن پر ہلکی سی

غنودگی طاری تھی اور وہ نیم وا آنکھوں سے اسٹیج کی طرف تکے جا رہا تھا۔

صفورا جو کچھ بھی گا رہی تھی وہ انگریزی ہی میں تھا۔ لیکن کہیں کہیں اس کی لے نخلستان، خیموں کی بستیوں اور کاروانوں کی جھلکیاں بھی دکھا دیتی تھی۔

کتنا سکون تھا...... کتنی طمانیت تھی...... حمید کو ذرہ برابر بھی احساس نہ رہا کہ وہ کچھ دیر پہلے اداسی اور اکتاہٹ کا شکار رہا تھا۔ وہ رقاصوں کی طرف بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ تو بس نغمگی کی اُس جنت میں کھویا ہوا تھا جہاں سرور و کیف کی نہریں جاری تھیں۔

پھر کچھ دیر بعد وہ اپنی میز سے اٹھا۔ لیکن اس میں اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اسٹیج کے قریب اُس جگہ آ پہنچا جہاں آرکسٹرا بیٹھا تھا۔

یہ جسم کی کشش نہیں تھی۔ ایک عجیب سے تاثر کے تحت حمید از خود رفتگی کے عالم میں یہاں تک آ پہنچا تھا۔

مغنیہ نے پہلے تو اس پر اچٹتی سی نظر ڈالی ...... پھر دوسری بار دیر تک اُسے دیکھتی رہی اور جب گیت ختم ہو گیا تو اُس نے حمید کو بہت غور سے دیکھا اور مسکرا کر اپنے سر کو جنبش دیتی ہوئی پردے کے پیچھے غائب ہو گئی۔

حمید پھر اپنی میز پر واپس آ گیا۔ رقاص ابھی چوبی فرش ہی پر تھے کہ آرکسٹرا نے رقص کے لئے کوئی اور دھن شروع کر دی اور اب صرف رقص ہی جاری رہا۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے ایک ویٹر سے معلوم کیا کہ وہ روزانہ صرف ایک ہی گیت گاتی ہے...... اور اس وقت اپنے کمرے میں واپس گئی ہوگی۔ اسکے گرد مداحوں کی بھیڑ نہیں رہتی۔ الگ تھلگ زندگی گذارتی ہے۔

حمید نے طویل سانس لی اور پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے سوچنے لگا۔ ''خاصی تفریح رہے اگر اس سے دوستی ہو جائے اور میں اُسے اپنے ساتھ ہائی سرکل لے جاؤں گا...... ہاہا......'' اُس نے دل ہی دل میں قہقہہ لگایا اور اداسی کے بادل چھٹنے لگے۔

کمرے کا نمبر بیرے سے معلوم کر چکا تھا۔ پائپ سلگا کر تھوڑی دیر تک ہلکے ہلکے کش لیتا رہا پھر اُسے راکھدان میں جھاڑ کر اٹھ گیا۔

لفٹ کے ذریعہ دو منزلیں طے کیں اور ٹھیک اسی کمرے کے سامنے آرکا جہاں صفورا مقیم تھی۔

دروازے پر آہستہ آہستہ دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے آواز آئی۔ "ایک منٹ ٹھہرو۔ میں لباس تبدیل کر رہی ہوں۔"

اور پھر ٹھیک ایک منٹ بعد اس نے دروازہ کھولا تھا اور حمید کو دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔

"آٹوگراف......!" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

حمید نے خاموشی سے سر کو نفی میں جنبش دی۔

"پھر......!"

"میں نہیں جانتا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور صفورا اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگی۔

"اسٹیج کے قریب تم ہی کھڑے تھے۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ہاں......شائد میں ہی تھا۔"

"یقین نہیں ہے۔" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"میں کچھ نہیں جانتا...... جب مجھے ہوش آیا تھا تو میں نے محسوس کیا تھا کہ اسٹیج کے قریب کھڑا ہوں اور مجھے بڑی شرمندگی ہوئی تھی۔"

"اُوہ......معاف کرنا......میں نے ابھی تک تمہیں اندر آنے کو نہیں کہا۔"

"کیا ضرورت ہے......میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"پھر آئے کیوں تھے؟"

"میں یہ بھی نہیں جانتا۔"

"عجیب آدمی ہو......آؤ......اندر آؤ......میں تمہارے دیس میں اجنبی ہوں۔"

"میں تو اپنے ہی دیس میں اجنبی ہوں۔" حمید طویل سانس لے کر بولا۔

"واقعی عجیب ہو......آؤ......آؤ......!" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔ "لیکن میرا خیال ہے کہ موسیقی سے دلی لگاؤ رکھتے ہو۔"

''شائد......!''

حمید اندر آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور وہ میز کے گوشے سے ٹک گئی تھی۔ اس کے جسم پر زرد رنگ کا سلیپنگ گاؤن کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ کالی رنگت کچھ اور زیادہ نکھر گئی تھی۔

حمید نے سوچا آنکھیں یقیناً خوبصورت ہیں۔

''تو بس تم مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔''

''یہی بات معلوم ہوتی ہے......!'' حمید نے اس طرح کہا جیسے اس کے بیان کی تصدیق کے لئے اپنے ذہن کو ٹٹول رہا ہو۔

''اچھا تو ملو......!'' وہ ہنس پڑی۔ اس ہنسی میں بھی بلا کی نغمگی تھی۔ اگر حمید آنکھیں بند کر کے یہ آواز سنتا تو اور زیادہ محظوظ ہوتا۔

''میں یہی تو نہیں جانتا کہ لوگ کس طرح ملتے ہیں۔''

''تم کون ہو......؟''

''میرا نام حمید ہے......ساجد حمید......!''

''کیا کرتے ہو۔''

''جب سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں تو رونے لگتا ہوں۔''

''تم نشے میں تو نہیں ہو۔''

''میں شراب نہیں پیتا......!'' حمید نے کسی قدر ترشروئی سے کہا۔

وہ تھوڑی دیر تک اُسے بغور دیکھتی رہی پھر پوچھا۔ ''کیوں نہیں پیتے۔''

''اس لئے کہ مسلمان ہوں۔''

''تو مذہبی آدمی ہو۔''

''یقیناً......!''

''کتنی بیویاں ہیں۔''

''ایک بھی نہیں......؟''

''تعجب ہے...... ہمارے یہاں تو بیویوں کی تعداد......!''

''نہیں......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''بیوی کے موضوع پر کچھ نہیں سننا چاہتا۔''

وہ پھر کچھ دیر خاموشی سے اُسے دیکھتی رہنے کے بعد بولی۔ ''میں نے محسوس کیا ہے کہ تم لوگ بھی سفید فام نسلوں کی طرح ہمیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔''

''میں نہیں سمجھا......!''

''تم پہلے آدمی ہو جو مجھ سے ملنے آئے ہو۔''

''یہ بات نہیں ہے...... تم غلط سمجھیں...... ہمارے یہاں کے لوگوں کو......!''

''خیر...... ہٹاؤ...... میں تو یہاں بات کرنے کو بھی ترس گئی۔''

''کیا تم اکیلی ہی آئی ہو۔''

''ہاں......!''

''کوئی منیجر تو ہوگا ہی۔''

''نہیں کوئی بھی نہیں۔''

''اور آرکسٹرا......!''

''وہ بھی میرا اپنا نہیں ہے۔''

''یہ تو بہت بُری بات ہے۔ آدمی کو تنہائی کا احساس نہ ہونا چاہئے۔ ورنہ وہ بعض اوقات خودکشی تک کرلیتا ہے۔''

''میں ایسے کسی احساس سے آج تک دوچار نہیں ہوئی۔''

''ضرور ہوئی ہوگی...... لیکن یہ ضروری نہیں کہ اُسے سمجھ بھی سکو......!''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو......!''

''کچھ بھی نہیں۔ بس میں بھی احساس تنہائی کا مارا ہوا ہوں۔''

''کیا سچ مچ بیوی بچے نہیں ہیں۔''

حمید نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔ وہ کچھ نہ بولی۔ اب حمید کی طرف نہیں دیکھ

رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ ”میں تمہارے شہر کو دیکھنا چاہتی ہوں لیکن کوئی ساتھی نہیں ملتا۔“

”اگر میں اپنی خدمات پیش کروں تو......!“

”بصد خوشی قبول کی جائیں گی......!“ اُس نے حمید کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ جو بڑی محبت سے ہاتھ میں لیا گیا تھا۔

”اچھی بات ہے......میں کل سے تمہیں شہر دکھانے کی مہم شروع کروں گا۔“

”پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”مطلب یہ کہ تم جو اتنی مہربانی سے پیش آرہے ہو اس کا بدل میں کس طرح دے سکوں گی۔“

”ناک دبا کر مرغ کی بولی بولو......تین بار......!“ حمید نے کسی قدر غصیلے انداز میں کہا۔

وہ مسکرا دی اور اُسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی۔

حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”کیا تم ہماری زبان......اردو سمجھ سکتی ہو۔“

”نہیں......اسی بات کا افسوس ہے۔ لیکن یہاں تو سبھی انگریزی بول سکتے ہیں۔“

”ہاں......آں......! بعض اوقات تو اپنی زبان بھی انگریزی ہی لہجے میں بولنے کی کوشش کر ڈالتے ہیں۔“

”پھر تم مجھے اپنا گھر بھی دکھاؤ گے......کیوں؟ میں تم لوگوں کا گھریلو رہن سہن بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔“

”ضرور......ضرور......!“ حمید نے کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کیوں نہ اس کو اسی وقت گھر دکھا دیا جائے۔

”کیا میں تمہارا فون استعمال کر سکتا ہوں۔“

”یقیناً......بڑی خوشی سے۔“

حمید نے آپریٹر کو ہائی سرکل کے نمبر بتائے اور دوسرے ہی لمحے میں منیجر سے رابطہ قائم

کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

"ہلو......!" دوسری طرف سے گھٹی گھٹی سی آواز آئی۔ "آپ کہاں سے بول رہے ہیں جناب عالی۔"

"کہیں سے بھی بول رہا ہوں۔ تمہیں اس سے کیا؟ میری بات کا جواب دو۔ کیا اب بھی کرنل وہاں موجود ہیں۔"

"ایسے ویسے موجود ہیں...... بقول شاعر...... میرا خیال ہے کہ آج ہی رات کو میرا بیڑا غرق ہوجائے گا۔"

"وہ کس طرح عزیز از جان۔"

"عمارت کے چپے چپے پر مشتبہ آدمی نظر آرہے ہیں اور وہ حضرت ناچے جارہے ہیں دنیا ومافیہا سے بے خبر...... لڑکی آج تنہا ہے۔ خان وجاہت کا دور دور تک پتہ نہیں۔"

"کیا وہ آج آیا ہی نہیں۔"

"جناب...... اسی وجہ سے تو تشویش ہے...... کئی خونخوار قسم کے اجنبی میں نے کرنل کے آس پاس دیکھے ہیں اور وہ حضرت ہیں کہ گردوپیش سے بے خبر...... گویا کیف و سرور کے دھارے میں بہے جارہے ہیں بقول شاعر......!"

حمید کی آنکھوں سے گہری تشویش کے آثار نظر آئے اور اُس نے جھٹکے کے ساتھ ریسیور کریڈل میں رکھ دیا۔

اُس کی کہانی

فی الحال تو اسکیم خاک ہی میں مل گئی تھی اور اب پھر اُس کی موٹر سائیکل سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ وہ شہر واپس جارہا تھا۔ چاہتا تھا کہ جلد سے جلد ہائی سرکل نائٹ کلب تک

جا پہنچے۔

فریدی کے بارے میں یہ بات آج ہی اس کے علم میں آئی تھی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ پچھلی رات وہ رنگین حادثہ اچانک ہوا ہو۔ پتہ نہیں کب سے چکر چل رہا ہو۔ شہر میں ہائی سرکل ہی تو ایک تفریح گاہ نہیں۔ ویسے یہ ممکن ہے کہ خان وجاہت نے اُن دونوں کو پہلی بار اس حالت میں دیکھا ہو۔

''آہ...... کرنل مرحوم...... ہارڈ اسٹون آنجہانی......!'' اس نے بڑبڑا کر اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ چٹانیں جب پگھل کر لاوا بنتی ہیں تو پھر انہیں دنیا کی کوئی طاقت اُن کے مقام تک واپس نہیں لے جاسکتی۔ سالہا سال کا تجرد شائد اپنے معیار کی چیز کا متلاشی تھا۔ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ فریدی صاحب...... اور دھینگا مشتی بسلسلہ رومان...... خداوندا بڑی شان والا ہے تو......؟ عظموں کے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ کر دلدل میں پھنسنے کے لئے پستیوں کی طرف لڑھکتے آرہے ہیں۔

حمید کو ہوش نہیں کہ وہ نیا گرہ سے ہائی سرکل تک کتنی دیر میں پہنچا تھا۔ کمپاؤنڈ میں موٹر سائیکل کھڑی کی۔ برآمدے میں آیا۔ لیکن فوری طور پر ہال میں داخل ہونے کی ہمت نہیں پڑی۔ اس لئے سیدھا منیجر کے آفس کی طرف چلا گیا۔ وہ موجود تھا۔ لیکن چہرے پر اضطراب کی لہریں تھیں۔ بہت زیادہ پریشان نظر آرہا تھا۔

''میں واقعی بالکل گدھا ہوں۔'' وہ حمید کو دیکھتے ہی میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

''تم پہلے بھی مجھ سے اس کی تصدیق کر سکتے تھے۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں...... مجھ جیسے احمق کو زندہ نہ رہنا چاہئے۔''

''بتاؤ کس طرح مرنا پسند کرو گے۔''

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''سنجیدگی سے ماروں گا...... تم مطمئن رہو۔''

''میں اپنا سر دیوار سے ٹکرادوں گا...... سمجھے۔'' وہ روہانسی آواز میں چیخا۔

''بقول شاعر......

سنگ و آہن بے نیاز غم نہیں
دیکھ ہر دیوار و در سے سر نہ مار

منیجر کچھ نہ بولا۔ ایک طرف گردن ڈالے فرش کو گھورتا رہا۔

''آخر کچھ معلوم بھی تو ہو......!'' حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''صاحب...... یہ سب میری عقل کا فتور ہے...... کسی کو الزام نہیں دیتا۔'' منیجر نے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''مجھے تم سے ہمدردی ہے۔'' حمید نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔

''میری بیوی قہر خداوندی ہے۔ جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔''

''صرف تمہاری ہی نہیں۔ ہر آدمی ہفتے میں کم از کم ایک بار ضرور یہ سوچتا ہے۔''

''میری سچ مچ عذاب الٰہی ہے......آپ سے کیا پردہ۔''

''چلو خیر تسلیم......لیکن بات کیا ہے۔''

''وہ کرنل والی بات زبان سے نکل گئی تھی اور نکلتی کیوں نہ۔ آپ کے چلے جانے کے بعد میرا گلا جو دبایا تھا اس نے......میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ خدارا شکوک وشبہات والی باتیں نہ کیجئے۔ بہرحال سب کچھ اگلنا پڑا۔ پھر یہ بتایا کہ آج خان وجاہت نہیں آیا لیکن کچھ اجنبی دوسرے ممبروں کے مہمانوں کی حیثیت سے داخل ہوئے ہیں اور ان دونوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ لگ گئی اُن کی ٹوہ میں......ابھی کچھ دیر پہلے جب کرنل اور وہ لڑکی ایک ساتھ باہر جا رہے تھے میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں ان لوگوں کا تعاقب کروں گی۔ کیونکہ وہ اجنبی بھی اُنکے ساتھ ہی اٹھ گئے ہیں......میں نے لاکھ منع کیا......خوشامد کی لیکن کون سنتا ہے۔''

''بھلا وہ محترمہ تعاقب کر کے کیا کریں گی......!'' حمید پر تشویش لہجے میں بڑبڑایا۔

''جی ہاں......آپ خود سوچئے بھلا۔''

''کچھ اندازہ ہے کہ وہ لوگ کدھر گئے ہوں گے۔''

''اندازہ......کمال کرتے ہیں جناب آپ بھی......یہاں اس کمرے میں بیٹھ کر مجھے کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔''

''اچھا......اچھا......میں سمجھا۔ غالباً محترمہ دھمکیاں بھی دے گئی ہوں گی۔ یعنی اُن کی ٹوہ میں تم نہ رہو۔''

''خدا سمجھے۔'' منیجر نے کہا اور بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور منیجر نے اس طرح ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا جیسے فون ہی کو اٹھا کر پٹخ دے گا۔

کال ریسیو کرتے ہی منہ کچھ اور بگڑ گیا تھا۔ لیکن پھر حمید نے محسوس کیا جیسے بگڑے ہوئے خدوخال آہستہ آہستہ معمول پر آ رہے ہوں......وہ صرف ''ہوں! ہاں......!'' کرتا جا رہا تھا۔ کبھی کبھی دزدیدہ نظروں سے حمید کی طرف بھی دیکھتا۔ بالآخر اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی اور حمید سے بولا۔

''واپس تشریف لا رہی ہیں محترمہ......سنسان سڑک پر تعاقب کرنے کی ہمت نہیں پڑی۔ فرمایا ہے اگر کیپٹن حمید کی کال آئے تو انہیں اطلاع دے دی جائے۔''

''کیسی اطلاع......!''

''یہی کہ لڑکی اپنی گاڑی میں ہے۔ اُس کے پیچھے کرنل صاحب اپنی گاڑی میں ہیں اور ان کی گاڑی کے پیچھے ایک اسٹیشن ویگن ہے جس میں وہ چھ آدمی ہیں جو یہاں اُن دونوں کے آس پاس منڈلاتے رہے تھے۔''

''بہت بہت شکریہ......!'' حمید دروازے کی طرف جھپٹتا ہوا بولا۔

''سنئے تو......مطلب یہ کہ......!''

لیکن حمید اب کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اُس کی موٹر سائیکل اب پھر نیاگرہ کی طرف جا رہی تھی۔

میاں عشق کرنا تھا تو اپنے ہی خادم قدیم سے بھی مشورہ لے لیا ہوتا۔ اُس نے سوچا۔ اب یہ کچھ اُس قسم کا عشق تو ہے نہیں کہ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق! کبھی نہ کبھی ایسی چوٹ کھانی ہی پڑتی ہے تو پھر کیوں نہ ہر وقت اور ہر زمانے میں عشق کرنے کے لئے تیار رہا جائے۔

اب بندے خاں ہیں جس رفتار سے چاہیں عشق کر سکتے ہیں۔ ٹھوکر کھانے کا امکان نہیں۔ یقیناً وہ چھ آدمی خان وجاہت ہی کے غنڈے ہوں گے۔ اب چونکہ اناڑی ہیں اس میدان میں لہٰذا رقیب روسیاہ کا چہرہ محبوبہ کی جلوہ جہاں تاب میں گم ہو گیا ہوگا۔

آندھی اور طوفان کی طرح موٹر سائیکل راستہ طے کر رہی تھی لیکن ابھی تک وہ تینوں گاڑیاں نظر نہیں آئی تھیں۔

پھر وہ نیاگرہ تک جا پہنچا۔ پارکنگ شیڈ میں فریدی کی لنکن کھڑی دیکھی۔ حمید نے طویل سانس لی اور سوچا چلو یہاں تک تو خیریت سے پہنچ گئے۔ بائیں بازو کے نیچے بغلی ہولسٹر کو تھپکی دیتا ہوا وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔

یہاں ان میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ یقیناً ریکریئشن ہال میں ہوں گے۔ اس نے سوچا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ یہاں اس نے کلرک سے کہا کہ وہ صفورا کے کمرے سے فون کنکٹ کردے۔

صفورا جاگ رہی تھی۔ پہلے تو وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ کال کرنے والا کون ہے۔ لیکن پھر حمید کے وضاحت کرنے پر چہکنے لگی۔

''تم تو چلے گئے تھے۔''

''ہاں! لیکن دیر تک نہ ٹھہر سکا۔ پتہ نہیں کیوں یہ رات مجھے زندگی سے بھرپور نظر آرہی ہے۔ کیا تم نیچے نہ آؤ گی۔''

''آجاؤں۔''

''یقیناً...... میں ڈائننگ ہال میں تمہارا منتظر ہوں۔ پھر بال روم چلیں گے۔''

''اُو...... کے......!'' سلسلہ منقطع ہو گیا۔

کتنی مترنم آواز ہے۔ حمید نے سوچا۔ ''دیکھے بغیر چاہا جا سکتا ہے۔''

وہ ایک خالی میز کے قریب بیٹھ کر اُس کا انتظار کرنے لگا۔

صفورا نے ڈائننگ ہال تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ ساری نظریں اُسی کی طرف اٹھ

گئیں۔ سفید بلاؤز اور نارنجی اسکرٹ میں بہت نمایاں ہوگئی تھی۔

حمید نے اٹھ کر اُس کا استقبال کیا۔

''تم شہر جا کر واپس بھی آ گئے۔''

''تمہاری آواز راستے بھر کانوں میں گونجتی رہی تھی۔''

''اُوہو......تو کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میری آواز کا جادو تم پر چل گیا ہے۔ اسکی آنکھیں چمکنے لگیں۔''

حمید نے اپنے سر کو اثباتی جنبش دی اور پائپ میں تمباکو بھرتا رہا۔ اس وقت اُس کا ذہن فریدی میں الجھا ہوا تھا۔

''تم کیا سوچ رہے ہو......اُوہو......تم تو میری طرف دیکھ بھی نہیں رہے۔ پھر کیوں واپس آ گئے......اپنے ذہن میں میری آواز کی بازگشت محسوس کرتے رہتے۔''

''اُوہو......تم غلط سمجھیں۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''آؤ...... بال روم میں چلیں۔ میں دراصل یہ سوچ رہا تھا کہ شہر کے کس گوشے سے کل ہم شروعات کریں۔''

حمید نے بال روم کے لئے دو ٹکٹ خریدے اور ایک بار پھر اسی سیل رنگ و آہنگ میں ڈوب گیا۔ صفورا اُس کے بازوؤں میں تھی......اور وہ نہ جانے کیوں زندگی میں پہلی بار خود کو بے حد پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ بھیڑ بہت زیادہ تھی۔ وہ سب اتنے قریب قریب تھے کہ موسیقی کی عدم موجودگی میں وہ ایک دوسرے کی سرگوشیاں بھی صاف سن سکتے۔

ذرا ہی سی دیر میں حمید یہ بھی بھول گیا کہ وہ یہاں کیوں آیا تھا۔ وہ تو بس اس سیاہ فام لڑکی کے بارے میں سوچے جا رہا تھا جس نے اس کی ایک شرارت آمیز اسکیم کو بھی خلوص سمجھ لیا تھا۔ نغمگی کے سیلاب میں بہہ جانا اور بات تھی۔ لیکن آج سے پہلے وہ کسی نگرس کے قرب کے تصور کو بھی مضحکہ خیز سمجھتا لیکن یہ کیا احساس تھا۔ کتنی طمانیت تھی اس قرب میں۔ وہ اس کی سرگوشیاں سن رہا تھا۔ خود بھی بھرائی ہوئی آواز میں کبھی کبھی کچھ کہہ دیتا اور صفورا کے ہونٹوں پر خوابناک سی مسکراہٹ انگڑائیاں لینے لگتی۔ بھرے بھرے سے ابھرے ہوئے ہونٹ بڑے

جاندار لگ رہے تھے۔ نہ رنگت سے متعلق احساس تنفر باقی رہا تھا اور نہ اپنی پسند کے معیار سے گرے ہوئے خدوخال ہی کسی ناخوشگوار ذہنی کیفیت کا باعث بنے تھے۔ اُسے تو بس ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی نورانی حلقے میں گھرا ہوا خلاء میں پرواز کر رہا ہو۔ صفورا پہلی ہم رقص تھی جس نے اس کی روح کو بھی جھنجھوڑا تھا۔

ایک سیاہ فام اور بدشکل لڑکی نے اُس کی روح کو جھنجھوڑا تھا۔

کیا وہ خود کم متحیر ہوا ہوگا۔ پتہ نہیں کب تک انہیں احساسات کے تانے بانے میں الجھا رہتا۔ اگر اچانک فریدی پر نظر نہ پڑ گئی ہوتی۔ وہ اُس سے تھوڑے فاصلے پر تھا اور اس کی ہم رقص وہی عورت تھی جسے ہائی سرکل میں دیکھ کر وہ کچھ دیر سکتے کے عالم میں رہا تھا۔

وہ سر اٹھائے ایک ٹک فریدی کی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی اور فریدی کی پلکیں تو اس طرح جھکی ہوئی تھیں جیسے کسی تیز قسم کی شراب کے نشے نے انہیں بوجھل کر دیا ہو۔

"خدایا رحم......!" دفعتاً صفورا کی آواز سرگوشی کی حدود سے نکل اُس کے کانوں سے ٹکرائی اور وہ چونک پڑا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے!"

"کچھ نہیں......کچھ نہیں۔"

حمید نے اُسے غور سے دیکھا۔ وہ کچھ سراسیمہ سی نظر آنے لگی تھی اور پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ بھی بار بار فریدی اور اُس کی ہم رقص کو دیکھے جا رہی ہے۔

"کیا وہ لڑکی تمہیں بھی اچھی لگ رہی ہے......!" حمید نے اُس سے پوچھا اور وہ اس طرح چونک پڑی جیسے ابھی تک سوتی رہی ہو۔

"چلو...... یہاں سے چلو اچھے دوست......!" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیوں......؟ تمہیں اچانک یہ کیا ہو گیا۔"

"بس میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔"

"لیکن میں تو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔"

''تم ٹھہرو...... لیکن مجھے جانے دو۔'' وہ لجاجت سے بولی۔ ''تم جس وقت بھی چاہو میرے کمرے میں آسکتے ہو۔''

''میں اکیلا رہ جاؤں گا۔''

''میں اپنے پیروں میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ زیادہ دیر تک کھڑی نہیں رہ سکتی۔''

''چلو تو...... اُدھر کنارے کہیں بیٹھ جائیں۔''

''ہاں...... یہ ممکن ہے۔''

وہ موسیقی کا ساتھ دیتے ہوئے ہی اُس بھیڑ سے نکل کر بائیں بازو والی میزوں تک پہنچے تھے۔

''پتہ نہیں ہم کس کی میز پر بیٹھ رہے ہیں۔'' صفورا بولی۔

''فکر نہ کرو...... اُن کے آتے ہی ہم شرافت سے اٹھ جائیں گے۔'' حمید نے کہا اور اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ صفورا کے چہرے پر اب بھی سراسیمگی کے آثار تھے اور وہ بار بار خوفزدہ نظروں سے رقاصوں کی بھیڑ کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔

''کیا بات ہے...... تم بہت پریشان نظر آ رہی ہو۔''

''کک...... کچھ نہیں...... مم...... میں کچھ پینا چاہتی ہوں۔''

''شیری منگواؤں۔''

''میں بھی تمہاری ہی طرح مسلمان ہوں...... قطعی نہیں پیتی...... کافی منگواؤ۔''

حمید نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر آرڈر دیا۔ چند لمحے پھر اُسے خاموشی سے دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ ''کیا وہ لڑکی پریشانی کا باعث بنی ہے۔''

اور اُس نے ایک بار پھر اُسے چونکتے دیکھا۔

''وہ...... وہ...... رلانے والی ہے...... میں نے اُسے پہچان لیا...... رلانے والی...... خدا کی قسم وہی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔ رلانے والی سے کیا مراد ہے تمہاری۔''

''پہلے مجھے کافی پی لینے دو...... میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔''

حمید نے عجیب قسم کا اضطراب محسوس کیا اور اُس کی نظریں رقاصوں کی بھیڑ میں فریدی کو تلاش کرنے لگیں۔

وہ اُن لوگوں کو شکلوں سے نہیں پہچان سکتا تھا جن کا ذکر ہائی سرکل کے منیجر سے سنا تھا۔ پھر اُسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ یقیناً فریدی کے آس پاس ہی موجود ہوں گے۔ آخر وہ لڑکی ہے کون؟ اور یہ صفورا جو ابھی حال ہی میں مصر سے آئی ہے اُسے پہچانتی ہے۔

ویٹر نے کافی لانے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

کافی کے پہلے ہی گھونٹ نے صفورا کے اعصاب پر اچھا اثر ڈالا تھا۔ حمید نے اُس میں نمایاں تبدیلی محسوس کی۔

"پچھلے سال میں نے اُسے شکاگو میں دیکھا تھا۔ برلیس مین نامی کیفے میں۔ وہ رات میرے لئے موت اور زندگی کی کشمکش والی رات تھی۔" صفورا نے رک رک کر کہا اور اپنی پیالی میں دوسری بار کافی انڈیلنے لگی۔

حمید خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

"میں بہت زیادہ ذہین نہیں ہوں۔" صفورا کچھ دیر بعد بولی۔

"یہ بہت اچھی بات ہے...... زیادہ ذہین عورتیں مخلص نہیں ہوتیں۔"

"اور بہت زیادہ ذہین مرد......" صفورا نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اب مردوں کے بارے میں اپنی زبان سے کیا کہوں...... ہاں وہ بھی خاصے سُوّر ہوتے ہیں۔ اچھا تو پھر کیا ہوا تھا۔ تم کسی بھیانک رات کا تذکرہ کر رہی تھیں۔"

"ہاں تو میں برلیس مین کیفے میں تھی۔ وہ لوگ اپنے گاہکوں کو صرف میرے گیت سنوانا چاہتے تھے۔ شکل نہیں دکھانا چاہتے تھے کیونکہ اُن دنوں وہاں نسلی کشیدگی پھیلی ہوئی تھی۔ میں ایک جگہ مائیک پر پوشیدگی میں گا رہی تھی کہ کسی طرح ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ میں ایک نیگریس ہوں۔ بس انہوں نے وہاں توڑ پھوڑ مچادی۔ ہوٹل کے مالکوں سے مطالبہ کیا کہ مجھے اُن کے حوالے کر دیا جائے۔ میں نے محسوس کیا کہ اگر میں ان کے ہاتھ لگ گئی تو وہ

مجھے قتل کر دیں گے۔ مالکوں نے جو تھے تو سفید فام ہی لیکن سویڈن کے باشندے تھے ان کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ میں اس کمرے میں تنہا تھی جہاں سے میں نے گیت گائے تھے۔ اپنی دانست میں تو میں نے دروازہ بند کر لیا تھا لیکن نہ جانے کیسے ایک آدمی کمرے میں گھس آیا۔ میں بُری طرح سہی ہوئی تھی۔ وہ مجھے دلاسہ دینے لگا۔ کہنے لگا کہ وہ مجھے بڑی صفائی سے نکال لے جائے گا.....تم کافی نہیں پیو گے کیا.....؟"

"نہیں......میں خواہش نہیں محسوس کر رہا۔" حمید نے کہا۔"اپنی کہانی جاری رکھو۔"

"کہانی...... ہاں...... چلو اوپر چلو...... مجھے نیند آ رہی ہے۔ وحشت ہو رہی ہے اس ماحول میں......اپنے کمرے میں سناؤں گی کہانی۔"

"کسی وجہ سے میں ابھی نہیں اٹھنا چاہتا۔" حمید نے پھر رقاصوں کی بھیڑ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"یقین کرو....بُری طرح نیند آ رہی ہے....یہ دیکھو میری پلکیں۔ بوجھل ہوئی جا رہی ہیں۔"

دفعتاً حمید نے اس کی آواز میں اجنبیت سی محسوس کی اور وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں۔"

"یقین کرو......میں یہیں سو جاؤں گی۔"

"اچھا تو پھر تم جاؤ......میں تھوڑی دیر بعد......!"

"شکریہ......تم بہت اچھے ہو......کل میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

وہ اٹھ گئی.....حمید اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

ادھوری کہانی سنا کر وہ اُسے الجھن میں ڈال گئی تھی۔

"رلانے والی ہونہہ......!" وہ منہ ٹیڑھا کر کے بڑبڑایا اور مضطربانہ انداز میں رقاصوں کی بھیڑ کا جائزہ لینے لگا۔ بڑا سست رو نغمہ آرکسٹرا سے منتشر ہو رہا تھا اور رقص کرنے والے ایسے لگ رہے تھے جیسے وہ نیند میں جھکولے لے رہے ہوں۔

فریدی پھر نظر آیا......اور حمید نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اُسے دیکھتا رہا۔ یقین ہی

نہیں آتا تھا کہ وہ فریدی ہے۔ سر جھکائے اپنی ہم رقص کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا وہ آہستہ آہستہ کچھ کہتا جارہا تھا اور ہم رقص کے ہونٹوں پر نشیلی سی مسکراہٹ تھی۔ کبھی کبھی وہ بھی کچھ کہتی اور آنکھیں بند کرلیتی اور پھر وہی خوابناک سی مسکراہٹ۔

''لعنت ہے...... لعنت ہے۔'' حمید زور زور سے اپنی کھوپڑی سہلانے اور سوچنے لگا۔

آہا...... بے چارہ کرنل فریدی...... بہہ گیا نا آخر اس عمومی سیلاب میں...... ہات تیری کی...... ساری سنگلاخیت دھری رہ گئی۔ اس کا دل چاہا کہ ہاتھ منہ پر رکھ کر ''پُر پُر'' کی آوازیں نکالے۔

لیکن اس کی بجائے وہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ غالباً رقص ختم ہونے والا تھا۔ پتہ نہیں کس کی میز پر اس نے قبضہ کررکھا تھا۔ لہٰذا مناسب یہی تھا کہ ویٹر کو کافی کے دام ادا کرکے وہاں سے اٹھ جاتا۔

بہرحال رقص ختم ہوا تو وہ ریکریئشن ہال کے صدر دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

اُس نے فریدی اور اُس کی ہم رقص کو میزوں کی طرف واپس آتے دیکھا۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے وہ اس طرح چل رہے تھے جیسے برسوں پرانے ساتھی ہوں۔ حمید کے سینے سے ایک گھٹی گھٹی سی آہ نکل گئی۔ پتہ نہیں کیوں وہ اتنا بے چین تھا۔

حمید کے قریب ہی ایک آدمی اور بھی کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔ حمید کو ذرا دیر میں اس کا احساس ہوا۔ وہ بڑی تیزی سے رقاصوں کی بھیڑ کی طرف بڑھا تھا۔ پھر حمید نے اُسے ٹھیک انہیں دونوں کے قریب رکتے دیکھا۔

ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے لڑکی کا ہاتھ فریدی کے بازو سے نکالا تھا اور اب اُسے اس طرح صدر دروازے کی طرف لارہا تھا جیسے جبراً وہاں سے نکال لے جانا چاہتا ہو۔

دوبارہ فریدی پر نظر گئی...... وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔ اجنبی اس لڑکی کو کھینچتا ہوا حمید کے قریب ہی سے گزر گیا۔ حمید نے اُسے کنکھیوں سے دیکھتے وقت اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا تھا۔

پھر اُس نے فریدی کو ایک میز کی طرف بڑھتے دیکھا اور خود بھی اسی جانب تیزی سے

قدم بڑھائے۔ فریدی بیٹھ چکا تھا۔ اُس نے حمید پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور مشروبات کی فہرست کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''عجیب اتفاق ہے۔'' حمید نے بھی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے طویل سانس لی۔ ''یہاں بھی آپ سے ملاقات ہو گئی۔ کہیئے تو یہاں بھی میری موجودگی غیر ضروری ہو جائے۔''

پھر اُس نے فریدی پر اپنے اس جملے کا ردِعمل معلوم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں کیا تھا۔ اُس کے چہرے سے تو ایسا لگتا تھا جیسے اُس نے ابھی ابھی ریکریئشن ہال میں قدم رکھا ہو۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے وہ ایک بڑی خوبصورت لڑکی کا ہمرقص رہا ہوگا اور پھر اُس کے بعد ہی اس کے لئے کسی قسم کی شرمندگی کا بھی سامنا کرنا پڑا ہوگا۔

ہمیشہ کی طرح سوچ میں ڈوبی ہوئی آنکھیں...... وہی پرسکون چہرہ...... اور وہی دمکتی ہوئی پُرعظمت کشادہ پیشانی۔

اب وہ اس طرح حمید کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جیسے حمید کی بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔

''میں نے یہ عرض کیا تھا کہ مجھے ڈھٹائی کی تربیت کب سے دے رہے ہیں۔'' حمید جل کر بول پڑا۔

''میں اب بھی نہیں سمجھا......؟'' فریدی کی آواز بھی معمول کے مطابق تھی۔ حمید نے اس میں موڈ کی خرابی کا شائبہ بھی نہ پایا۔

بالآخر وہ خود کھسیا کر رہ گیا اور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''کھینچ کر لے گیا آپ کھڑے منہ دیکھتے رہے۔''

''اوہ......!'' فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے کہا۔ ''وہ حق بجانب تھا کیونکہ حقیقتاً وہ اُسی کی محبوبہ ہے۔''

''ارے تو یہ کوئی بات ہی نہ ہوئی۔'' حمید کی جھنجھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

''کیا بات ہوئی...... ارے بھئی اس کی محبوبہ میری ہم رقص تھی...... اُسے یہ بات پسند نہ آئی کھینچ کر لے گیا۔''

"تو کیا حکیم نے نسخے میں لکھ دیا ہے کہ کسی دوسرے ہی کی محبوبہ آپ کی ہم رقص بنے۔"

"میری اپنی تو کوئی ہے نہیں۔" فریدی نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "اور تمہاری ہم رقص اس قابل نہیں تھی۔"

حمید نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔

فریدی نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کے لئے کہا اور اس کے چلے جانے پر حمید سے بولا۔ "یہ نیگریس کہاں سے ہاتھ لگی ہے۔"

"صرف آپ ہی تقدیر کے اکلوتے نہیں ہیں۔"

"کافی میں شکر زیادہ لینا۔" فریدی نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ "منہ کا مزہ خراب معلوم ہوتا ہے۔"

"منہ لگنے کی بات ہے...... یہاں تو شکر بھی منہ نہیں لگتی۔"

"بہت چبا چبا کر بول رہے ہو۔"

"منہ لگائی ڈومنی گائے تال بے تال......!"

"تو کیا اب محاورات اور ضرب المثل ہی میں گفتگو ہوگی۔"

"آپ جیسے عظیم آدمی سے معمولی الفاظ میں کیا گفتگو کی جائے۔"

فریدی اُس کے اس کٹیلے طنز کو بھی نظر انداز کر گیا۔

ویٹر کافی لانے کے معاملے میں بے حد پھرتیلا ثابت ہوا تھا۔ لہٰذا بات آگے نہ بڑھ سکی۔ دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ حمید نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ فریدی سے اُس لڑکی کے بارے میں کچھ بھی نہ پوچھے گا۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر بعد پیٹ میں چوہے کودنے لگے۔ کیونکہ اُسے صفورا کا حیرت انگیز رویہ یاد آ گیا تھا۔

"آپ ابھی اُس نیگریس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔" حمید نے کہا۔

"غالباً...... پوچھا تھا میں نے۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"لیکن میں اس کے بارے میں کچھ بتانے سے پہلے آپ سے یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ

آپ کو اُن چھ آدمیوں کا علم ہے یا نہیں جو ہائی سرکل سے آپ کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔''

''مجھے علم ہے۔'' خشک لہجے میں جواب ملا۔

''کیا وہ اب بھی یہاں موجود ہیں۔''

''تم جانو......!''

''میں نے ان کی شکلیں نہیں دیکھیں...... مجھے اطلاع ملی تھی کہ چھ آدمی آپ دونوں کا تعاقب کررہے ہیں۔''

حمید نے اس بار بھی فریدی کے چہرے پر حیرت کے آثار نہ دیکھے اور نہ اُس نے یہی معلوم کرنا چاہا کہ حمید کو تعاقب کی اطلاع کس ذریعہ سے ملی تھی۔

لیکن جب حمید نے کالی لڑکی کی کہانی چھیڑی اور داستان کے اس حصے پر پہنچا جہاں وہ ''رلانے والی'' کا تذکرہ کرکے بدحواسی کا شکار ہوگئی تو اُس نے فریدی کے چہرے پر کسی قدر بے چینی کے آثار دیکھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہانی کا انجام کم سے کم الفاظ میں سننا چاہتا ہو۔ لیکن کہانی تو پہلے ہی ادھوری رہ گئی تھی۔

''اٹھو......!'' وہ حمید کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔ ''مجھے اس کے کمرے تک لے چلو۔''

''خدا سمجھے آپ سے......اب کیا آپ مجھے کلائیوں سے بھی محروم کردینا چاہتے ہیں۔''

''حمید بکواس نہیں......جلدی کرو۔''

وہ ریکریئیشن ہال سے نکل کر لفٹ کی طرف بڑھے تھے۔ حمید اس کی جلد بازی کو حیرت سے دیکھ رہا تھا اور پھر اُس نے سوچا ممکن ہے سب فریب نظر ہو۔

زور کی چٹکی بھی لی تھی اُس نے اپنے بازو میں ''سی'' کرکے رہ گیا تھا۔ مطلب یہ کہ جاگ ہی رہا تھا۔

وہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔

دوسری ملاقات

کمرے کا دروازہ بند تھا۔لیکن کنجی قفل ہی میں موجود تھی۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ نیند کے دباؤ کی بناء پر اُسے قفل کے سوراخ سے نکالنا ہی بھول گئی ہو۔فریدی نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔لیکن...... کمرہ خالی تھا۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ بیڈروم کا دروازہ پہلے ہی سے کھلا ہوا تھا اور یہاں بھی انہیں کوئی نظر نہ آیا۔

''کیا غسل خانے میں جاسوئی ہے۔'' حمید بڑبڑایا۔ اتنی دیر میں فریدی غسل خانہ بھی کھول چکا تھا۔لیکن وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔

اب وہ کمرے کی چیزوں کی طرف متوجہ ہوا۔

''ممکن ہے کچھ دیر کے لئے باہر گئی ہو۔'' حمید نے کہا۔

''کنجی قفل ہی میں نہ چھوڑ جاتی۔'' فریدی میز پر جھکا ہوا بولا۔حمید اکتائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

''ہوں......خواہ مخواہ کام بڑھا گئی ہے۔'' اُس نے کچھ دیر بعد فریدی کو کہتے سنا۔پھر اُس نے قریب آ کر کاغذ کا ایک ٹکڑا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ملاحظہ فرمایئے۔انگریزی میں گھسیٹی ہوئی تحریر تھی۔

''ڈیئر ساجد حمید

میں بہت جلدی میں یہاں سے رخصت ہو رہی ہوں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں تمہارے شہر سے واقف نہیں ہوں۔تم سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرے میں جانے کی بجائے باہر گئی تھی۔ وہاں ایک ٹیکسی

خالی مل گئی۔ میں نے اس کا نمبر نوٹ کرلیا ہے۔ PHC 12342
یہاں واپس آ کر تمہیں لکھ رہی ہوں۔ بات کچھ ایسی ہی ہے کہ میں اس کے بعد یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ میں نہیں جانتی کہ وہ مجھے کہاں لے جائے گا۔ چونکہ یہاں سے شہر تک ایک طویل سنسان راستہ ہے۔ اس لئے میں نے اُسے یہ نہیں بتایا کہ میں یہاں اجنبی ہوں۔ شہر پہنچ کر ہی اُسے بتاؤں گی کہ مجھے کسی اچھے ہوٹل میں قیام کرنا ہے اور وہ اس سلسلے میں میری مدد کرے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم ٹیکسی ڈرائیور کو تلاش کر کے میری رہائش کے بارے میں معلوم کرسکو۔ جو وقت تمہارے ساتھ گذرا بہترین تھا۔

صفورا۔"

"کافی ذہین معلوم ہوتی ہے۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔

"ہوگی...... خواہ مخواہ اُسے یہ غلط فہمی کیونکر ہوئی کہ میں ٹیکسی ڈرائیور کو تلاش کرتا پھروں گا۔ لیکن آخر یہاں سے کیوں گئی۔ یہاں کنٹریکٹ پر آئی تھی۔ معاہدے کا کیا ہوگا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوب گئی تھیں۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "دیکھنا ہے کہ تمہاری یہ حماقت میرے لئے کس حد تک کارآمد ثابت ہوتی ہے۔"

حمید چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ لیکن فریدی اُس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"میری حماقت...... کیا مطلب......!"

"اس سے پہلے کبھی میں نے تمہارے ساتھ کوئی بدصورت لڑکی نہیں دیکھی۔ یقیناً...... تم میرا مضحکہ اڑانا چاہتے تھے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ منتظر تھا کہ فریدی کچھ اور کہے گا۔ لیکن وہ پھر میز کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ حمید فون کی طرف بڑھا ہی تھا کہ فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"نہیں۔"

فون کی گھنٹی بجتی رہی اور وہ اس کو اسی حال میں چھوڑ کر کمرے سے باہر آ گئے۔ راہداری سنسان نہیں تھی۔ مختلف جگہوں پر کچھ لوگ کھڑے نظر آئے۔ ان میں سے کوئی سگریٹ سلگا رہا تھا کوئی جھکا ہوا جوتے کے اندر پیر کھجانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوئی دیوار سے لگی ہوئی کسی پینٹنگ کا جائزہ لیتا ہوا نظر آیا اور حمید نے فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ دیکھی۔

''کیا یہی لوگ ہیں۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''ہوں......!'' فریدی نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور لفٹ کی طرف جانے کے بجائے زینوں کی جانب چل پڑا۔

زینے بہت اطمینان سے طے کیے گئے۔ لیکن اُن کے پیچھے کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ ڈائننگ ہال میں پہنچے حمید نے ان لوگوں کو پہچان لیا جو کہ کچھ دیر پہلے اوپر ملے تھے۔ غالباً وہ لفٹ کے ذریعہ سے نیچے پہنچ گئے تھے۔

''اب میں فکر کے مارے پھٹ جاؤں گا۔'' حمید نے فریدی سے کہا۔

''تم غالباً آج موٹر سائیکل لے کر نکلے تھے۔'' فریدی بولا۔

''شامت تھی کہ نکلا ہی تھا۔''

''اُسے یہیں چھوڑ دو......میرے ساتھ چلو۔''

''کہیں میں آپ کے مشاغل میں مخل نہ ہوں۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''نہیں......آج شام سے بے حد رومانٹک ہو رہا ہے۔''

''ابھی کیڑے جھاڑ دوں گا۔''

وہ عمارت سے نکل کر پارکنگ شیڈ تک آئے۔ فریدی نے حمید کیلئے لنکن کا دروازہ کھولا۔

''تشریف رکھئے۔''

''آپ نے مجھے پہچان لیا ہے نا......میں حمید ہوں......ساجد حمید۔''

''چل بیٹھ......!'' فریدی نے اُسے دروازے میں دھکا دیا۔

گاڑی کمپاؤنڈ سے نکل کر سڑک پر آ گئی تھی۔

کچھ دور چلنے کے بعد حمید نے مڑ کر دیکھا۔ کسی دوسری گاڑی کے ہیڈ لیمپ چمکتے ہوئے نظر آئے۔

"غالباً وہی ہیں۔" حمید بڑبڑایا۔

"جہنم میں جائیں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ وہ میرے لئے قطعی بے ضرر ہیں۔ اسلئے ہمیں ان کی قطعی فکر نہ کرنی چاہئے۔"

"اپنے آدمی......!"

"نہیں......!"

"تو پھر......؟"

"کان نہ کھاؤ......!"

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"گھر......!" فریدی نے کہا اور حمید نے سوچا کہ اس وقت اُسے واضح قسم کی گفتگو پر آمادہ نہیں کیا جا سکتا۔

پھر راستہ خاموشی سے طے ہوتا رہا۔

شہر پہنچ کر حمید نے محسوس کیا فریدی یونہی خواہ مخواہ راستے کو طول دے رہا ہے۔ کبھی ایک گلی سے گذر کر دوسری سڑک پر آ نکلتا اور کبھی دوسری سے تیسری پر......!

"کیا چکر ہے......؟" وہ خواب آلود آواز میں بڑبڑایا۔

"انہیں باور تو کرا دوں کہ میں اس تعاقب سے بے خبر نہیں ہوں۔"

"مجھے بھی کچھ باور کرا دیجئے۔"

"تم کیا باور کرانا چاہتے ہو۔"

"یہی کہ میں وہیل مچھلی کا انڈا نہیں ہوں۔"

''کیا بات ہوئی......؟''

''عقل کی باتوں ہی نے مجھے سر کے بل کھڑا کر رکھا ہے۔ بدھو ہوتا تو شادی کرتا اور بچے جنتا......اوہ......کیا بک رہا ہوں۔''

''نیند آ رہی ہے ننھے بچے کو۔''

''آپ مجھے اتنا احمق کیوں سمجھتے ہ

''احمق تو ہو......لیکن اندازے کی غلطی مجھ سے بھی ہو سکتی ہے۔''

''میں جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتا ہوں۔''

''بس اب گھر ہی چلیں گے۔''

حمید پھر اونگھنے لگا۔

دوبارہ اُسی وقت چونکا تھا جب گاڑی رکی تھی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا۔ گاڑی اپنی ہی کمپاؤنڈ میں رکی تھی۔

''اتریئے......نواب صاحب۔'' فریدی کی آواز کان کے قریب ہی سنائی دی۔

''شکریہ......!'' وہ دروازہ کھول کر اترا اور فریدی کا انتظار کئے بغیر پورچ کی طرف بڑھ گیا۔ پتہ نہیں کیوں گاڑی پورچ تک نہیں لائی گئی تھی۔

اپنے سونے کے کمرے میں داخل ہو کر اُس نے دروازہ بولٹ کیا اور کپڑوں جوتوں سمیت مسہری پر ڈھیر ہو گیا اور پھر ذرا ہی سی دیر بعد وہ خراٹے لے رہا تھا۔

پتہ نہیں کیسے کیسے اوٹ پٹانگ خواب دیکھتا رہا۔ ایک ایسی لڑکی دیکھی جس کا چہرہ آدھا سیاہ تھا اور آدھا سفید۔ چہرہ اُس کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ چہرے کے دونوں روپ جانے پہچانے سے تھے۔ پھر ہونٹوں میں دفعتاً سوئی سی چبھ کر رہ گئی۔ اُس نے چیخنا چاہا لیکن آواز نہ نکلی۔ البتہ اُس چہرے سے کچھ ایسی آواز آئی جیسے گھنٹی بج رہی ہو۔ تیز قسم کی گھنٹی کان کے پردے پھٹتے سے محسوس ہونے لگے اور آنکھ کھل گئی۔ چہرہ غائب ہو چکا تھا۔ لیکن گھنٹی تو اب بھی بجے جا رہی تھی۔

''اُو......حرام خور......!'' وہ مکاتان کر فون کی طرف جھپٹا۔

''ہالو......!'' ماؤتھ پیس میں دہاڑا تھا۔

''صبح کے ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''اچھا تو پھر......!'' وہ پہلے ہی کے سے انداز میں دہاڑا۔

''کمرے سے باہر آؤ۔'' تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔

حمید نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور اب اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ گھنٹی کی تیز آواز سے جاگنے پر قابو پانے میں کچھ دیر لگی اور اُس نے میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس پر نظر ڈالی۔ واقعی ساڑھے آٹھ بج رہے تھے لیکن سویا بھی تو تھا تین بجے۔

طوعاً و کرہاً کمرے سے نکلا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی ناشتے کی میز ہی پر ہوگا۔ اُسے اخبار بینی میں مصروف دیکھ کر کھنکارا اور اُس کے متوجہ ہونے پر بولا۔ ''باتھ روم تک جانے کی اجازت ہے یا پھر نہیں......!''

فریدی نے پیشانی پر بل ڈالے اور پھر اخبار پر نظریں جمادیں۔

پھر پندرہ یا بیس منٹ بعد حمید دوبارہ ڈائننگ روم میں داخل ہوا۔ لیکن فریدی اب وہاں نہیں تھا۔ البتہ وہ اس کے لئے کچھ چھوڑ گیا تھا۔ کاغذ کا ایک ٹکڑا......جس کا کچھ حصہ کافی پاٹ کے نیچے دبا ہوا تھا۔

تحریر تھی۔

''فرزند ارجمند......اگر تم ہوٹل بے پول کے کمرہ نمبر ایک سو تر اسی تک پہنچ سکو تو گلِ مراد کو شگفتہ پاؤ گے۔ ابھی اور اسی وقت روانہ ہو جاؤ۔''

''ہوں......!'' وہ نتھنے پھلا کر بولا۔ ''تو پتہ لگا لیا کہ اس نے کس ہوٹل میں قیام کیا ہے؟''

پھر ناشتے سے فارغ ہو کر اُس نے پائپ سلگاتے ہوئے سوچا۔ آخر پچھلی رات وہ ذہنی طور پر اتنا بے مایہ ہو کر کیوں رہ گیا تھا۔ فریدی کو ایک لڑکی کے ساتھ رقص کرتے دیکھ کر یہ کیوں سمجھ بیٹھا تھا کہ وہ اپنی ڈگر سے ہٹ گیا ہے۔ کون جانے کوئی بڑا کھیل ہو۔ اس سے پہلے بھی تو

کئی بار وہ اُسے اعلیٰ درجہ کی رومانی اداکاری کرتے دیکھ چکا تھا......اگر وہ اتنا ہی کامیاب اداکار ہے تو......نہیں وہ اداکاری نہیں تھی۔ حمید کسی طرح بھی اس سلسلے میں اپنے ذہن کو مطمئن نہ کرسکا۔ تھی تو کوئی چیز ایسی جس کی بناء پر وہ اُسے خالص اداکاری تسلیم کر لینے سے ہچکچا رہا تھا۔

''ابے تو تجھے کیا......؟'' بالآخر اس نے جھلا کر اپنے سر پر دو ہتھڑ رسید کیا اور خواب گاہ میں آکر لباس تبدیل کرنے لگا۔

تو وہ مے پول ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی۔ شائد فریدی نے پچھلی رات ہی سے اُس کی تلاش شروع کرادی ہوگی۔ ٹیکسی کا نمبر معلوم ہوجانے کے بعد یہ کوئی ایسا مشکل کام بھی نہیں تھا۔

آدھے گھنٹے کے اندر حمید مے پول جا پہنچا۔ یقیناً صفورا کا وجود فریدی کے لئے اہمیت اختیار کرچکا تھا ورنہ وہ اس کی طرف دھیان ہی کیوں دیتا اور اس اہمیت کی وجہ یہی ہوسکتی تھی کہ وہ اس کی ہم رقص کے بارے میں کچھ جانتی تھی......تو پھر وہ ہم رقص......جہنم میں جائے۔ حمید نے گردن اکڑا کر سر کو جھٹکا دیا۔ کمرہ نمبر ایک سو تراسی اندر سے مقفل تھا۔ اس نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''کون ہے؟'' آواز صفورا ہی کی تھی۔

''رات کا ساتھی۔'' حمید دروازہ سے منہ لگا کر بولا۔

''حمید......ساجد حمید......!'' مزید وضاحت طلب کی گئی۔

''ہاں......وہی......دروازہ کھولو......!''

دروازہ کھلا۔ وہ سامنے ہی کھڑی نظر آئی۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی اور چہرے کی رنگت میں پہلے سے بھی زیادہ گاڑھاپن آگیا تھا۔ غالباً یہ وفورِ مسرت کا اظہار تھا۔

''خدا کی قسم......!'' وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''تم ایک مخلص دوست ہو۔ آخر کار مجھے ڈھونڈھ ہی نکالا۔ ورنہ کون ایسی زحمتیں مول لیتا ہے۔''

''اچھا...... پیچھے تو ہٹو۔ مجھے اندر آنے دو۔''

''آؤ......آؤ۔'' اُس نے حمید کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا۔

دروازہ بند کر کے وہ حمید کی طرف مڑی۔

''تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں کوئی نہیں...... ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے بہتیری زحمتوں سے بچالیا تھا۔ واقعی تم لوگ بہت اچھے ہو۔ حالانکہ وہ میری زبان نہیں سمجھ سکتا تھا پھر بھی اتنا ذہین تو تھا ہی کہ مجھے یہاں تک لے آیا۔''

''آخر اس طرح بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم کہتیں تو میں ہی تمہیں کسی ایسی جگہ پہنچا دیتا، جو ہماری دانست میں محفوظ ہوتی۔''

''اُوہ تو تم سمجھ گئے ہو کہ میں نے کسی خوف کے تحت ایسا کیا تھا۔''

''تمہارا خط ملنے کے بعد اس کے علاوہ کیا سوچتا۔''

''میرا خیال ہے کہ وہ بھی نیا گرا ہی میں مقیم ہے۔''

''پتہ نہیں۔'' حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

''تو بیٹھو نا...... کھڑے کیوں ہو۔ یہاں کافی بہت اچھی ملتی ہے۔ شائد خود ہی بلنڈ کراتے ہیں۔''

''ہوں...... اُوں......!'' حمید اس طرح کرسی میں ڈھیر ہو گیا جیسے بہت تھک گیا ہو۔

وہ اُسے چند لمحے پر تشویش نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''کیوں طبیعت کیسی ہے تمہاری۔ آنکھیں بند ہوئی جارہی ہیں۔''

حقیقتاً حمید نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کیونکہ وہ اُسے دیکھے بغیر اُسکی آواز سننا چاہتا تھا۔

''ہاں...... آں...... درد ہے سر میں...... اتنے بڑے شہر میں کسی ٹیکسی ڈرائیور کو ڈھونڈھ نکالنا کوئی آسان کام تو نہیں۔''

''اُوہ...... تم نے میرے لئے بڑی تکلیف اٹھائی۔ اسپرین لینا پسند کرو گے۔''

''شکریہ...... تھوڑی دیر بعد ٹھیک ہو جاؤں گا۔''

پھر وہ خاموش ہو گئے۔ حمید نے بدستور آنکھیں بند رکھیں۔ آواز ہی تو سننا چاہتا تھا۔ پھر

شکل دیکھ کر کیا کرتا۔ اس لڑکی سے مل بیٹھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ فریدی کو چڑایا جائے۔ اس کے رومان کا مضحکہ اڑایا جائے۔ حالانکہ پہلے ہی اُسے فریدی کے بارے میں سنجیدگی سے کوئی فیصلہ نہ کرلینا چاہئے تھا۔ آخراب اچانک ذہن کو جھٹکا لگا ہی۔

اُسے اس اتفاق پر ہنسی بھی آرہی تھی۔ کیا یہ ضروری تھا کہ جس لڑکی سے وہ خود ٹکرایا تھا فریدی کی ہم رقص کے بارے میں کچھ جانتی ہی ہوتی۔

اور اب یہ نامعقول نیگریس جو محض تفریح کی خاطر دریافت کی گئی تھی ارتھمیٹک کے کسی اکتا دینے والے مسئلے کی طرح حلق میں اٹک کر رہ جائے گی۔ واہ ری قسمت..... اُسے ایک بار پھر اپنی عقل پر غصہ آنے لگا۔ گویا اُس وقت بچوں کا سا ذہن ہوگیا تھا۔ جب اُس نے فریدی کی بے راہ روی کے بارے میں سوچا تھا۔ وہ ایسا تو نہیں تھا کہ خواہ مخواہ ایک عیاش آدمی کی حیثیت سے اپنی تشہیر کرتا پھرتا۔

''کیوں.....کیسی طبیعت ہے۔'' دفعتاً صفورا بولی اور حمید اچھل پڑا۔

''کیا تم بھی ڈر گئے ہو......!'' وہ ہنس کر بولی۔

''مم......میں نہیں تو......بھلا میں کیوں ڈروں گا۔''

''میں تو اب یہ سوچ رہی ہوں کہ چپ چاپ اس شہر سے رخصت ہو جاؤں۔''

''آخر کیوں؟ وہ کون تھی؟ تم اس سے کیوں خائف ہو۔''

''میں پچھلی رات تمہیں اس کے بارے میں بتارہی تھی کہ یک بیک میرے ذہن پر خوف مسلط ہوگیا۔ میں نے سوچا کہ مجھے یہاں سے ہٹ جانا چاہئے۔ جتنی جلد ممکن ہو۔''

''تو کیا وہ بھی تمہیں جانتی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''اچھی طرح......اس نے مجھے ایسی اذیتیں دی ہیں کہ میں ساری زندگی انہیں یاد کر کے لرزتی رہوں گی۔ شکاگو میں کون ہے جو ''رلانے والی'' کو نہ جانتا ہو۔ اُس زمانے میں اس کا گروہ کئی ریاستوں پر چھایا ہوا تھا۔''

''گروہ......؟''

''ہاں......وہ ایک بہت بڑے گروہ کی سربراہ تھی۔''

''گروہ کس قسم کا تھا......!''

''ویسا ہی جیسے وہاں عام طور پر ہوتے ہیں۔ قمار خانے چلانے والے، منشیات کی ناجائز تجارت کرنے والے، اور اس عورت نے تو شائد قحبہ خانے بھی قائم کرر کھے تھے۔ بڑے بڑے غنڈے کانپتے تھے اس کے نام سے۔ میں نے سنا ہے کہ اس کے دور اقتدار میں شکاگو کے دوسرے چھوٹے موٹے گروہ ٹوٹ کر اسی کے گروہ میں ضم ہو گئے تھے اور جنہوں نے اس کی اطاعت قبول نہیں کی تھی انہیں نہ صرف شکاگو سے بلکہ ان ریاستوں سے بھی منہ موڑ لینا پڑا تھا جہاں جہاں اس کا اثر تھا۔''

''تم کیسے پھنس گئی تھیں......؟''

''وہی تو بتا رہی تھی پچھلی رات کو......وہ بوڑھا آدمی مجھے کسی طرح برلیس بین کیفے سے نکال لے گیا تھا۔ دو دن تک اس نے مجھے ادھر اُدھر چھپائے رکھا پھر میں اسی ''رلانے والی'' کے سامنے پیش کردی گئی تھی۔ مجھے یاد پڑتا ہے اس رات وہ بھی تھی کیفے میں......!''

''نام کیا ہے اس کا......!''

''یہ تو مجھے آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔ وہ اُسے رلانے والی ہی کہتے تھے۔''

''اچھا تو پھر تم اس کے سامنے پیش کردی گئیں۔''

''اس نے مجھ پر نفرت انگیز نظریں ڈالیں تھیں اور کہا تھا کہ میں اُسے کچھ گا کر سناؤں۔ یقین کرو......وہ رات بھر وہیں بیٹھی شراب پیتی رہی تھی اور میں گاتی رہی تھی۔ اتنی اذیت پسند عورت آج تک میری نظروں سے نہیں گذری۔ صبح ہوتے ہوتے اُس نے مجھ سے کہا کہ اپنے سارے کپڑے اتار دوں۔ مجھے غصہ آ گیا اور میں مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئی۔ لیکن اُس کے دو آدمیوں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی اور پھر جب میں سکڑی سہی خود کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی اس نے مجھے چمڑے کے چابک سے مارنا شروع کیا۔ میرا پورا جسم لہولہان ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر تین دن تک میری تیمار داری ہوتی رہی تھی۔ ابھی پچھلے ہی زخم نہیں مندمل ہوئے تھے کہ

چوتھے دن پھر اس نے میرے ساتھ وہی برتاؤ کیا۔ بس اب کیا بتاؤں۔ مجھے تو اپنی زندگی کی اُمید نہیں رہی تھی۔ جب وہ مجھے چابک سے پیٹتی تھی تو اُسکی آنکھوں میں کچھ ایسی ہی طمانیت نظر آتی تھی جیسے جھلسا دینے والی گرمی میں اُس نے کسی ٹھنڈے مشروب کا پہلا گھونٹ لیا ہو۔''

''پھر تم اس کے پنجے سے کس طرح آزاد ہوئی تھیں۔''

''یہ...... یہ تو...... میں کبھی نہ بتاؤں گی۔ کسی کو بھی نہیں۔'' اُس نے کسی قدر رک رک کر کہا اور حمید نے اس کے چہرے پر مجوبیت کے آثار دیکھے۔ لہٰذا اُس نے اسی خاص نکتے پر مزید گفتگو مناسب نہ سمجھی۔

''کیا اُس زمانے میں بھی تمہاری ایسی ہی شہرت تھی۔''

''شہرت تو نہیں تھی۔ لیکن ایک بار بھی جو میرے گیت سن لیتا تھا پسند کرنے لگتا تھا اور اس وقت لوگ مجھے رینی کے نام سے جانتے تھے۔''

''تو یہ نام...... میرا یہ مطلب ہے صفورا...... تم نے خود اختیار کیا ہے۔''

''ہاں...... یہ میرا پروفیشنل نام ہے ورنہ گھر والے تو اب بھی رینی ہی کے نام سے پکارتے ہیں۔''

''تب تو پھر پروگرام میں تمہارا نام دیکھ کر اس عورت نے تمہاری طرف دھیان ہی نہ دیا ہوگا۔''

''صورت تو یاد ہوگی اُسے۔ کیونکہ اس نے مجھے بڑی اذیتیں دی ہیں۔ میں سوچتی ہوں آخر یہاں اس کی موجودگی کا مقصد کیا ہوسکتا ہے۔''

''ہوگا کچھ...... ہمیں اس سے کیا سروکار...... میں تو دراصل اپنا وعدہ پورا کرنے آیا ہوں ...... تمہیں شہر دکھانا ہے۔''

''کیا یہ ممکن ہے......!'' اُس نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میرے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔''

''وہ کس طرح......؟''

''تم تو اس سے بُری طرح خائف معلوم ہوتی ہو۔ جیسے وہ کوئی خبیث روح ہو۔''

"یقین جانو میں یہی سمجھتی ہوں۔"

"ارے بس......!" حمید گردن جھٹک کر بولا۔

"ویسے تم بہت اچھے ہو۔ یقیناً تمہیں موسیقی سے سچا لگاؤ ہے۔ ورنہ تم کیوں میرے لئے اتنی تکلیف برداشت کرتے۔"

"کیا تم یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہو کہ یہ وہی عورت ہے۔"

"جس طرح کہ میں اپنے بارے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ میں رینی ہوں صفورا ہوں۔"

"ہوں......!" حمید نے پُر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "فرض کرو......وہ تمہیں دیکھ پائے اور پہچان لے تو کیا ہوگا۔"

"وہ......وہ مجھے جان سے مار ڈالے گی جیسا کہ دوسروں کے ساتھ کرتی تھی۔"

"اُوہو......تو کیا دوسروں کے ساتھ بھی۔"

"وہ سچ مچ کوئی خبیث روح ہے۔ تم یقین نہ کرو گے۔ کیونکہ تم اُس کا معصوم چہرہ دیکھ چکے ہو۔ اُس کے حسن سے متاثر بھی ہوئے ہو۔ کیونکہ تم نے ہی میری توجہ اُس کی طرف مبذول کرائی تھی۔ ارے وہ پتہ نہیں کیا ہے۔ جس آدمی کے ذریعہ مجھے اُس کے پنجے سے رہائی ملی تھی پھر وہ بھی وہاں نہیں رکا تھا۔ میکسیکو بھاگ گیا تھا۔ وہ اس کی بوٹیاں اڑا دیتی۔ میں نے ایک خوبصورت نوجوان کا انجام اپنی آنکھوں سے خود دیکھا تھا۔ اس نے اُس کے کپڑے اتروا دیئے تھے اور چابک لے کر پل پڑی تھی۔ اس کے تین گرگے ریوالور تانے کھڑے تھے۔ نوجوان پٹ رہا تھا۔ جسم سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے جب تک ہوش میں رہا تھا چابک پڑتے رہے تھے۔ پھر تیسرے دن میں نے سنا کہ وہ مر گیا۔ مجھے رہائی دلانے والے نے بتایا تھا کہ وہ درجنوں لڑکیوں اور نوجوانوں کو اسی طرح ختم کر چکی ہے۔"

"آخر اس کا مقصد کیا تھا۔"

"اذیت پسند طبیعت کی تسکین۔ کیا تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ مجھے قاہرہ

کے ایک ماہر نفسیات نے اس کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا۔"

"اچھا فرض کرو وہ تمہیں پہچان بھی لیتی ہے تو...... کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ وہ یہاں بھی تمہارے ساتھ کوئی ایسی حرکت کر سکے گی۔"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ یہاں کیا کر رہی ہے۔"

"نوادرات کی تلاش میں آئی ہوگی۔"

"کیا اپنی اصلی حیثیت میں...... کیا تمہاری حکومت ایسے بدنام افراد کو ملک میں داخلے کی اجازت دے دیتی ہے۔ وہ اپنے صحیح نام اور پتہ کے ساتھ تو یہاں ہرگز نہ آئی ہوگی۔ تب پھر وہ کس طرح پسند کرے گی کہ یہاں کوئی اس کی اصلیت جاننے والا بھی موجود ہو۔"

حمید نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"اچھی بات ہے۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔"میری دانست میں تمہاری احتیاط حق بجانب ہوگی۔ اب میں دیکھوں گا کہ تمہیں اس شہر کی سیر کس طرح کرائی جائے۔ لیکن تم اُس کنٹریکٹ کے بارے میں کیا کرو گی۔"

"میں نے رات ہی نیاگرہ کے منیجر کو فون کر دیا تھا کہ میں شہر میں ہی ہوں۔ صبح فون کیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں اس لئے شائد میں شام کو وہاں نہ پہنچ سکوں۔"

"اگر وہ تمہاری عیادت کو دوڑا آیا تو......!"

"دردِ سر کو آج تک کون دیکھ سکا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں جلد ہی بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا چاہئے۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"اوہ...... تو کیا جا رہے ہو۔"

"ہاں...... آں...... مجھے کچھ کرنا ہے اس سلسلے میں۔"

"کیا کرو گے۔"

"میرا ایک دوست پولیس آفیسر ہے۔ اُس سے مشورہ کروں گا۔ لیکن میں یہ بھی تو نہیں جانتا کہ اس کا قیام کہاں ہے۔ نیاگرہ میں تو نہیں ہو سکتا کیونکہ تم وہاں پروگرام میں حصہ لیتی

رہی ہو۔ کبھی نہ کبھی تو اس نے تمہیں دیکھا ہی ہوتا اور تم سکون سے نہ رہ سکتیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن اُسے کہاں تلاش کرو گے۔"

"فکر نہ کرو...... اپنے کمرے ہی تک محدود رہنا۔" حمید دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سڑک پر تھا۔

بیس منٹ بعد دفتر میں فریدی کو رپورٹ دے رہا تھا۔

"وہم ہے اس کا۔" فریدی اختتام پر مسکرا کر بولا اور پھر سامنے پڑے ہوئے فائیل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"جی...... یعنی کہ......!"

"میں نے بے شمار ہم شکل دیکھے ہیں۔"

"اللہ رحم کرے آپ کے حال پر......!" حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے نکل بھاگا۔

دھماکہ

وہ سمجھا تھا شائد فریدی اُسے صفورا کے بارے میں کچھ ہدایات دے گا۔ لیکن یہاں تو بات کرنے کی گنجائش نہ رہی تھی۔ پھر آخر اُس نے ٹیکسی ڈرائیور کو ڈھونڈ نکالنے کی زحمت کیوں گوارا کر لی تھی؟

اگر صفورا جھوٹی تھی تو اس جھوٹ کی ضرورت پر بھی غور کرنا لازم تھا۔ آخر اُس نے اُس کے سلسلے میں اتنا بڑا جھوٹ...... نہیں یہ ناممکن ہے۔ یہ جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہی بات ہو سکتی ہے کہ پرانی عادت کے مطابق حضرت اُسے اندھیرے ہی میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اچھی بات ہے جناب آپ بھی دیکھ ہی لیں گے۔ حمید کے ذہن میں وہی قدیم چھپکلی کلبلائی تھی، جو اکثر

اُسے پریشانیوں ہی میں مبتلا کرتی رہی تھی۔

وہ اُسی دن پھر صفورا سے ملا۔

''ہم دیکھیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔'' اُس نے اُس سے کہا۔

''میں نہیں سمجھی۔''

''ہم معلوم کریں گے کہ وہ کہاں رہتی ہے۔''

''ہم سے کیا مراد ہے تمہاری...... کیا میں بھی۔''

''بالکل...... بالکل...... لیکن وہ ایک فٹ کے فاصلے سے تمہیں نہ پہچان سکے گی۔''

''بھلا وہ کیسے......؟''

''میک اپ......!''

''ایسا میک اپ......'' صفورا کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں...... ہاں...... ہم دونوں ہی کی شکلیں تبدیل ہو جائیں گی۔''

''کیا تمہیں اس میں دخل ہے۔''

''ماہر ہوں...... ماہر......!'' حمید اکڑ کر بولا۔ ''دراصل میں اسٹیج ایکٹر ہوں۔ اکثر فلموں میں بھی میں نے اپنا میک اپ دیا ہے۔''

''تب تو بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ میں ایک غیر ملکی ہوں۔ اگر پولیس کو علم ہو گیا کہ میک اپ میں ہوں تو مجھ سے ضرور جواب طلب کر لیا جائے گا۔''

''میرا وہ دوست...... پولیس آفیسر پھر کب کام آئے گا۔ تم مطمئن رہو۔ ڈرو نہیں۔ میں اسی کے مشورے سے ایسا کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے اُسے بتایا تھا۔ اُسے بھی تشویش ہو گئی ہے۔''

''تب تو پھر ٹھیک ہے۔ اس طرح گویا میں یہاں کی پولیس کی مدد کروں گی۔''

''بالکل...... بالکل......!''

''پتہ نہیں کیسی شکل بناؤ میری۔''

''بناؤں گا نہیں...... بدلوں گا۔''

''رنگت بھی بدل دو گے۔''

''میرا باپ بھی نہیں بدل سکتا۔''

''پھر......؟''

''ارے صرف خدوخال بدلوں گا۔بس تم اُس حیثیت سے پہچانی نہ جاسکو گی جس میں اُس نے تمہیں دیکھا تھا۔''

''تم اپنی شکل کیوں بدلو گے......؟''

''ارے تم اتنے بہت سے سوالات کیوں کر رہی ہو۔''

''میں سمجھ گئی۔'' اُس نے مضمحل سی آواز میں کہا۔''تم ایک کالی لڑکی کے ساتھ دیکھا جانا پسند نہیں کرتے۔''

''میں تو کلوٹیوں کے ساتھ دفن ہونا بھی پسند کروں گا۔''

''تو غصہ کیوں آرہا ہے......؟''

''ارے باپ رے۔'' حمید اردو میں بڑبڑایا۔''میرے سر پر سوار ہوجانے کی کیا ضرورت ہے۔''

''دیکھو......دیکھو......اپنی زبان میں مجھے بُرا بھلا کہہ رہے ہو۔تمہیں یقیناً غصہ آرہا ہے۔''

''اب آجائیے گا ورنہ خاموش رہو۔ میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔'' حمید نے انگریزی میں کہا۔

''اچھا تو سوچو......!'' وہ بے بسی سے بولی اور حمید یہ سوچنے لگا کہ وہ سچ مچ بالکل اُلو کا پٹھا ہے۔کیا ضرورت ہے کہ اس حماقت میں پڑا جائے۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی۔

''کون ہے۔'' صفورا بوکھلا کر اٹھتی ہوئی بولی۔

کسی نے باہر سے کچھ کہا اور وہ حمید کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔''نیا گرہ کا اسسٹنٹ منیجر معلوم ہوتا ہے۔''

حمید بھی اٹھا اور دیوار کی طرف مڑ گیا۔صفورا نے دروازہ کھول کر آنے والے کو اندر آنے

کے لئے کہا۔ پھر جب حمید اُن دونوں کی طرف مڑا تو صفورا کی آنکھیں حیرت سے پھیلی رہ گئیں۔ کیونکہ اتنی دیر میں حمید نے اپنا وہ ریڈی میڈ میک اپ استعمال کر ڈالا تھا جو ہر وقت ہی جیب میں پڑا رہتا تھا۔ یعنی وہ اسپرنگ جو ناک کے نتھنوں میں فوری طور پر فٹ کئے جا سکتے تھے۔ ناک کی نوک اوپری ہونٹ سمیت اوپر اٹھتی چلی گئی تھی اور سامنے کے دانت دکھائی دینے لگے تھے۔

نیا گرہ کا اسسٹنٹ منیجر اُسے پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا بیٹھ گیا۔ صفورا نے شائد اُس کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوال کو پڑھ لیا تھا۔ اس لئے جلدی سے بولی۔

''یہ مسٹر احمد ہیں...... میرے پن فرینڈ...... تین سال سے انہیں جانتی ہوں لیکن ملاقات کل ہی ہوئی تھی۔ خط و کتابت کے ذریعے غیر ملکیوں کو دوست بنانا میری ہابی ہے۔''

''دلچسپ ہابی ہے۔ میں سعید ہوں۔'' اس نے حمید کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

حمید مصافحہ کرتے وقت آہستہ سے کچھ بڑبڑایا جسے وہ دونوں سن نہ سکے اور پھر چند رسمی باتوں کے بعد کاروباری گفتگو شروع ہوگئی۔ حمید خاموش بیٹھا رہا۔ صفورا منیجر سے کہہ رہی تھی وہ کم از کم تین دن قطعی آرام کرنا چاہتی ہے۔ اسسٹنٹ منیجر کہہ رہا تھا کہ وہ صرف خیریت دریافت کرنے آیا ہے۔ اس کی خواہش منیجر تک پہنچا دے گا اور منیجر ہی اُس کا فیصلہ کر سکے گا کہ وہ تین دن آرام کر سکتی ہے یا نہیں۔''

دس منٹ بعد وہ اٹھ کر چلا گیا اور صفورا پھر پہلے ہی کے سے متحیرانہ انداز میں حمید کی طرف متوجہ ہوئی۔

''تم تو حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ بھلا اتنی جلدی یہ کیسے ہوا۔''

''کہاں......؟ کیا ہوا......؟'' حمید نے کہا اور ناک سہلانے کے بہانے ہاتھ اوپر لے گیا اور پھر ہاتھ ہٹا ہے چہرے سے تو سب معاملہ ٹھیک ٹھاک ہی تھا۔

''ارے......!'' وہ اچھل پڑی۔

''کہیں مجھے بھی کوئی خبیث روح نہ سمجھ لینا۔''

''خدا کی قسم مجھے حیرت ہے۔ بھلا اس طرح اوپر کا ہونٹ ناک سمیت کیسے اٹھ سکتا ہے۔''

''تم کوشش مت کرنا۔ تمہارا ہونٹ پہلے ہی کافی اٹھا ہوا ہے۔ ناک غائب ہو جائے گی۔''

''نہیں مجھے بتاؤ۔ یہ تم نے کیسے کرلیا تھا۔''

''جب تم یہاں سے واپس جانے لگو گی سب کچھ بتادوں گا۔''

''میں الجھن میں رہوں گی۔''

''اس طرح کم از کم مجھے یاد تو رکھو گی۔''

''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں یاد رکھوں۔''

''ہاں......!'' حمید پھر جھلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس قسم کے رومانٹک جملے اس کی زبان سے کیوں نکل رہے ہیں۔

''آخر تمہارا مزاج کس قسم کا ہے۔ میں سمجھ ہی نہ سکی ابھی تک۔''

''نہ سمجھنا ہی بہتر ہے۔ پچھلے سال ایک لڑکی نے سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ لہٰذا آج کل وہ کچھ دیر تک تو بھونکتی رہتی ہے اور پھر کاٹنے بھی دوڑتی ہے۔''

وہ اس طرح منہ کھولے اُسے دیکھتی رہی جیسے بات سمجھ ہی میں نہ آئی ہو۔

اس دن حمید پھر فریدی سے نہیں ملا تھا۔ شام ہونے کا منتظر رہا۔ میک اپ میں صفورا کی شکل بالکل ہی بدل کر رہ گئی تھی۔

شام کو اس نے بحیثیت کیپٹن حمید ہائی سرکل کے منیجر کو فون کیا۔

''دیکھو دوست! میرا ایک معزز فلپینی دوست ایک افریقی لڑکی کے ساتھ آئے گا۔ اتنا ہی انٹروڈکشن کافی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم کسی فلپینی کو پہچان نہ سکنے کا عذر کرسکو لیکن کسی سیاہ فام نیگریس کو تو لاکھوں میں شناخت کرسکو گے۔''

''کیا مجھے ان کے ساتھ کسی خاص قسم کا برتاؤ کرنا ہے۔'' منیجر نے پوچھا۔

''نہیں......بس تم ان سے یہ نہ پوچھو گے کہ وہ کس باقاعدہ ممبر کے ساتھ آئے ہیں۔''

''کیا یہ سرکاری حکم ہے۔''

"قطعی......اور ان کی ٹوہ میں بھی نہ رہنا سمجھے۔"

"بہت بہتر جناب......کیا آپ تشریف نہیں لا رہے۔"

"ہرگز نہیں......کیونکہ میری تشریف آوری تمہارے لئے مصیبت ہی بن جاتی ہے۔"

"جیسی جناب کی مرضی......اور کچھ......!"

"بس شکریہ۔"

اس کے بعد اُس نے خود پر کسی فلپینی کا میک اپ کیا تھا۔ پلاسٹک میک اپ جس سے آنکھوں کے نیچے کا حصہ بالکل سپاٹ ہو گیا تھا۔

"واقعی......تم ماہر ہو۔" صفورا نے کہا۔

"اب تم روزی ہو اور میں مسٹر سانگ فی...... میرا نام نہ بھولنا۔ سانگ فی اور تم روزی......ہم انگلش ہی میں گفتگو کریں گے۔ بس اب تیار ہو جاؤ۔"

پھر وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر ہائی سرکل کی طرف روانہ ہو گئے۔

حمید سوچ رہا تھا کہ پچھلی شام بیزاری اور اداسی لے کر آئی تھی لیکن اس وقت ذہن کی کیا کیفیت ہونی چاہئے۔ کیا اب وہ کتوں کی طرح بھونکنا شروع کر دے۔ تنہائی اگر اسی طرح رفع ہوتی ہے تو ایسی زندگی کو سات سلام...... بہرحال یہ بلا خود ہی اپنے گلے ڈالی تھی لہٰذا بھگتنا تو ہوگا ہی۔

ہائی سرکل کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے منیجر سے ملاقات ہوئی۔

"جناب عالی......ادھر تشریف لائیے......اس میز پر......اگر آپ عزت مآب کیپٹن حمید کے مہمان ہیں۔"

"ہاں...... ہاں......!" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور پھر انہوں نے اس کی بتائی ہوئی میز پر قبضہ کر لیا تھا۔

"یہ کس کیپٹن حمید کا حوالہ دے رہا تھا۔ کون تھا......؟"

"وہ اس کلب کا منیجر ہے۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔ "اُس نے اسی پولیس آفیسر کا حوالہ دیا

تھا جس کی ہم مدد کر رہے تھے اور کیا پوچھنا ہے۔ سب کچھ ایک ساتھ پوچھ لو۔"

"تم خفا کیوں ہو رہے ہو۔"

"کچھ نہیں......سب ٹھیک ہے۔"

"تم نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔"

"دل کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" حمید بے بسی سے کراہا۔

"پتہ نہیں تم کیا سوچ رہے ہو۔ کیا کہہ رہے ہو؟"

"بس تم بولے جاؤ۔ مجھ سے جواب نہ طلب کرو۔" حمید نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا اور سوچا اے پاک پروردگار جو عذاب خود ہی اپنے اوپر نازل کیا جائے اس کے لئے کس سے فریاد کی جائے اور کس منہ سے کی جائے۔

"میں ملک شیک پیئوں گی۔"

"دہی کی لسی منگواؤں۔" حمید نے جل کر پوچھا۔

"یہ کیا چیز ہے۔"

"یہاں کا خاص مشروب ہے جسے پی کر آدمی خود کو چغد محسوس کرنے لگتا ہے۔"

"شگد......کیا چیز ہے۔"

"شگد نہیں......چغد......!" حمید نے جھلا کر تصحیح کی۔

"چلو وہی سہی......کیا چیز ہے۔"

"میں چغد ہوں۔"

"ہوگا......مجھے کیا......تم پتہ نہیں کیوں غصے میں بھر گئے ہو۔"

حمید نے اپنا دماغ ٹھنڈا کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ آخر اس بے چاری کا کیا قصور......خواہ مخواہ جھلاہٹ کا مظاہرہ کیوں کیا جائے۔ وہ خود ہی تو اس کی طرف بڑھا تھا۔ وہ تو نہیں آئی تھی اُس کے پاس۔

اس نے ویٹر کو بلا کر صرف ایک گلاس ملک شیک کے لئے کہا۔

''کیا تم نہیں پیو گے۔''

''جب تک مجبوراً پینا پڑا تھا پیتا رہا تھا اس کے بعد سے تو پھر اس سے شوق نہیں کیا۔''

''اچھی چیز ہے روزانہ ایک گلاس ضرور پیا کرو۔''

حمید بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔

ملک شیک آیا۔ وہ پیتی رہی اور حمید سوچتا رہا کہ وہ سچ مچ چغد ہے۔ جس کیلئے یہ سارا کھڑاگ کیا اسے ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں۔ حد یہ ہے کہ اس عورت کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا۔

اُس نے طویل سانس لی اور صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ غالباً چھٹی حس ہی تھی جس نے صدر دروازے کی طرف دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔ ورنہ اُسے کیا پتہ کہ وہ عورت ہال میں داخل ہو رہی ہے۔

حمید سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

عورت کے ساتھ وہی مرد نظر آیا جو پچھلی رات اُسے نیا گرہ سے گھسیٹ لے گیا تھا۔

بس وہی دونوں تھے آگے پیچھے اور کوئی نظر نہ آیا۔ ہوسکتا ہے اُن کے لئے میز پہلے ہی سے مخصوص رہی ہو کیونکہ وہ کسی کی رہنمائی کے بغیر ہی اُس میز تک جا پہنچے تھے۔ فاصلہ حمید کی میز سے زیادہ نہیں تھا لیکن اتنے قریب بھی نہیں تھے کہ وہ اُن کی گفتگو سن سکتا۔

غالباً یہی خان وجاہت ہے، حمید نے سوچا۔ آدمی ٹیڑھا معلوم ہوتا ہے۔

عورت کچھ اکتائی اکتائی سی نظر آ رہی تھی۔

''تم اُسے اس طرح نہ گھورو......!'' حمید نے صفورا سے کہا اور وہ چونک کر پھر ملک شیک کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''میں انگاروں پر کھڑی ہو کر کہہ سکتی ہوں کہ یہ ''رلانے والی'' ہی ہے۔''

''میرا دل کھنچا جا رہا ہے اس کی طرف۔'' حمید بڑبڑایا۔

''خدا کے لئے اپنی آنکھیں بند کرلو۔ مت دیکھو اس کی طرف۔''

''ارے واہ...... یہ کیا بات ہوئی۔''

''مت بھولو کہ تم ایک پولیس آفیسر کے بھیجے ہوئے یہاں آئے ہو۔''

''بس بس اب اُس کا نام نہ لینا۔''

''اللہ رحم کر......!'' صفورا گڑگڑائی۔ ''اس خبیث عورت سے ہر ایک کو دور رکھ۔''

''میرا دل چاہ رہا ہے کہ اُس کے ساتھی کو کرسی سے دھکیل کر خود اس کی جگہ بیٹھوں۔''

''تم چلو یہاں سے اٹھو......!''

''کہاں جاؤں......؟''

''کہیں بھی چلو......لیکن یہاں نہیں بیٹھیں گے۔ میں اتنے اچھے دوست کو موت کے منہ میں جاتے ہوئے نہ دیکھ سکوں گی۔''

''ارے تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ مجھے وہ عورت بہت اچھی لگتی ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' صفورا طویل سانس لے کر بولی۔ ''تم مجھے اُس پولیس آفیسر کا نام اور پتہ بتاؤ۔ میں خود اس سے مل کر گفتگو کروں گی۔''

حمید کا دل چاہا کہ فریدی کا نام اور پتہ لکھ کر اُس کے حوالے کرے۔ لیکن پھر یہ سوچ کر اس سے باز رہا کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ پتہ نہیں کیا چکر تھا۔ بہر حال وہ اس عورت کو دیکھتا ہی رہا اور صفورا اس سلسلے میں اپنی پریشانی کا اظہار کرتی رہی۔

''ارے بس کرو......زندہ رہنے دو گی مجھے یا نہیں۔''

''میں پھر کہتی ہوں۔ اس کی طرف سے نظر ہٹا لو۔''

حمید جھنجھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی نظر آیا۔ وہ تنہا ہی تھا اور اس نے دونوں کے قریب ہی کی ایک میز منتخب کی۔ حمید نے عورت کے چہرے پر تغیر دیکھا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے یک بیک کھل اٹھی ہو۔ اس کے ساتھی کی بھنویں تنی ہوئی تھیں۔ یہ سارے تغیرات کچھ اتنے واضح قسم کے تھے کہ صفورا نے بھی انہیں محسوس کر لیا تھا۔

''یہ کون ہے؟'' اس نے حمید سے پوچھا۔ اشارہ فریدی کی طرف تھا۔

''دوڑ کر پوچھ آؤں؟''

''کمال کرتے ہو۔ مطلب یہ کہ وہ خبیثہ اُسے دیکھ کر مسرور نظر آنے لگی ہے۔ لیکن اُس کے ساتھی کی آنکھوں میں کینہ اور نفرت ہے۔''

''ارے تو پھر میں کیا کروں۔'' حمید روہانسی آواز میں بولا۔ ''کوئی میں نے ٹھیکہ لیا ہے سارے زمانے کا۔''

''اے......اب تم اپنا موڈ ٹھیک کرلو، ورنہ میں اٹھ کر چلی جاؤں گی۔''

حمید نے طویل سانس لی اور خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے سوچا کہ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے کے لئے یہاں نہیں آیا۔ لہٰذا پھر اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اب فریدی اور خان وجاہت براہِ راست ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ حمید نے محسوس کیا کہ عورت خان وجاہت کی توجہ اُس کی طرف سے ہٹانے کی کوشش کررہی ہے۔ بار بار وہ اس سے کچھ کہتی لیکن وہ صرف سر ہلا کر رہ جاتا۔ لیکن آنکھیں بدستور فریدی کے چہرے ہی پر جمی ہوئی تھیں۔

نہ جانے کیوں حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے دو بچوں کے درمیان پلکیں نہ جھپکانے کا مقابلہ شروع ہوگیا ہو۔

''چلو یہاں سے......!'' صفورا حمید کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مضطربانہ انداز میں بولی۔ ''یہ دونوں ہی خوفناک معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں یقیناً جھگڑا ہوگا۔''

''خاموش بیٹھی رہو۔''

''میں کہتی ہوں۔''

''چپ رہو...... جب ان دونوں کے درمیان جھگڑا شروع ہوگا، میں اسے بآسانی اٹھا لے جاؤں گا۔''

''کس کو......!''

''اُسی عورت کو......منہ پر ہاتھ رکھوں گا اور کاندھے پر اٹھا کر لے بھاگوں گا۔''

''ارے......! تم کیسی باتیں کررہے ہو۔ ہوش میں آؤ۔''

''احمق لڑکی...... تم اس کے چابک لگاؤ گی...... انتقام لوگی اپنا یا نہیں۔''

''نہیں...... نہیں...... میں کسی زحمت میں نہیں پڑنا چاہتی۔'' صفورا کی آواز خوف کے مارے کانپ رہی تھی۔

اب حمید اُن کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ خان وجاہت اُس عورت سے گفتگو کر رہا ہے۔ لیکن فریدی اب بھی اُس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

''یہ آدمی کون ہوسکتا ہے۔'' صفورا پھر بڑبڑائی۔

''کس آدمی کی بات کر رہی ہو۔''

''وہی جو تنہا ہے اپنی میز پر۔''

''میں نہیں جانتا۔'' حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ ''تم آخر اب اُس کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو۔''

''اس کی آنکھیں عجیب ہیں...... ایسا لگتا ہے جیسے اُسے کسی بات کی پرواہ ہی نہ ہو۔''

''ہوں......!'' حمید غرایا۔

''کیوں؟ کیا بات ہے۔''

''میں اپنے پاس بیٹھنے والی لڑکی سے کسی دوسرے کی آنکھون کے بارے میں کچھ سننا پسند نہیں کرتا۔ کیا میری آنکھیں عجیب نہیں ہیں۔''

''ارے واہ...... یہ کیسی باتیں شروع کر دیں تم نے...... میں تو یہ کہہ رہی تھی...... کچھ اس قسم کی آنکھیں ہیں جنہیں خوفناک بھی کہا جا سکتا ہے۔''

''خوفناک...... ہوہ...... اس کی آنکھیں تو ایسی ہیں جیسے ابھی ابھی یہیں بیٹھے بیٹھے سو جائے گا۔''

''خدا کی پناہ...... کیا تم ایسی آنکھوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ میں نے زولولینڈ کے ایک ظالم و جابر بادشاہ ''چاکا'' کی تصویر دیکھی تھی۔ ایسی ہی آنکھیں تھیں۔ بالکل ایسی ہی آنکھیں...... آنکھوں کی یہ کیفیت خون کی پیاس کا پتہ دیتی ہیں۔''

''لیکن یہاں تو وہ تمہاری ہی طرح ملک شیک پیتا نظر آئے گا۔''

''اوہ......دیکھو......وہ شاید اٹھ رہا ہے۔'' صفورا مضطربانہ انداز میں بولی۔

حمید نے دیکھا۔فریدی سچ مچ اٹھ گیا تھا۔حمید نے اُسے صدر دروازے کی طرف جاتے دیکھا۔پھر یہ بھی دیکھا کہ عورت کے چہرے پر کسی قدر اضمحلال پیدا ہو گیا ہے۔

عورت اور خان وجاہت وہیں بیٹھے رہے۔فریدی صدر دروازے سے گذر کر باہر جا چکا تھا۔

''میں کہتی ہوں......اب تم بھی چلو یہاں سے۔'' صفورا بولی۔''ہم آخر اس کی قیام گاہ کا پتہ لگا کر کریں ہی گے کیا۔''

''میں نے آج بہت محنت کی ہے۔ بہت وقت برباد کیا ہے۔لہٰذا کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے۔''

''چھوڑو بھی۔تم نے مجھے شہر کی سیر کرانے کو کہا تھا۔''

''میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔تمہارے ہی مشورے سے میں نے اس کا تذکرہ اپنے اُس دوست پولیس آفیسر سے کیا تھا۔لہٰذا اس وقت میں اسی کے لئے کام کر رہا ہوں۔تم چاہو تو اپنے ہوٹل واپس جا سکتی ہو۔''

''تم نے یہ خطرہ میری وجہ سے مول لیا ہے۔لہٰذا میں ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔''

''تمہاری مرضی......اچھا میں دس منٹ میں آیا۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''کہاں چلے......کیا میں تنہا بیٹھوں گی۔''

''صرف دس منٹ......ایک ضروری کام۔''

پھر وہ اُس کی بات سننے کے لئے وہاں رکا نہیں تھا۔باہر آیا۔کمپاؤنڈ کے باہر سڑک کے کنارے تھوڑے فاصلے پر ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ تھا۔یہاں سے ہائی سرکل کے منیجر کے نمبر ڈائیل کئے۔فوراً ہی جواب ملا۔

''میں حمید بول رہا ہوں ڈیئر۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''اوہ......آداب بجا لاتا ہوں جناب۔آپ کے مہمان بہت خوش ہیں۔کہئے اور کوئی

خدمت میرے لائق۔ کچھ دیر پہلے جناب کرنل صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ اب تشریف لے گئے۔ خان وجاہت اور وہ محترمہ ابھی یہاں موجود ہیں۔"

"مجھے اُن سے کوئی دلچسپی نہیں۔" حمید نے کہا۔ "تمہیں تھوڑی تکلیف اور دوں گا۔ تمہاری گاڑی غالباً پارکنگ شیڈ میں موجود ہے؟"

"موجود ہے عالی جناب۔"

"اُس کی کنجی اگنیشن میں موجود ملنی چاہئے۔ شاید میرے مہمان اُسے کچھ دیر کے لئے استعمال کریں۔"

"مم......مگر جناب......!"

"فکر نہ کرو......ذمہ داری میری ہے۔ اگر کوئی ٹوٹ پھوٹ ہوئی تو مرمت کرائے بغیر تمہیں واپس نہ کی جائے گی۔"

"بہت بہتر جناب۔" مردہ آواز میں کہا گیا۔ "کیا کنجی مہمان کی خدمت میں پیش کردی جائے۔"

"نہیں اسے اگنیشن میں لگا کر چھوڑ دو۔ بس شکریہ۔"

حمید نے سلسلہ منقطع کردیا۔

پھر کمپاؤنڈ تک پہنچنے میں کم از کم اتنی دیر لگائی کہ اُس کے اندازے کے مطابق اس وقفے میں کار سے متعلق ہدایات پر عمل کیا جاچکا ہو۔

ڈائننگ ہال میں واپسی پر اُس نے دونوں کو وہیں پایا۔ دونوں ہی ایک دوسرے سے کشیدہ نظر آرہے تھے۔

کچھ دیر بعد اُس نے عورت کو اٹھتے دیکھا۔ خان وجاہت اُس سے کچھ کہہ رہا تھا اور وہ انکار میں سر ہلا رہی تھی۔ انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ وہاں سے جانا چاہتی ہو اور خان وجاہت رکنے کے لئے کہہ رہا ہو۔

پھر وہ بھی اٹھ گیا۔

"جب وہ صدر دروازے سے گذر جائیں تو ہم بھی اٹھ جائیں گے۔" حمید نے صفورا

سے کہا۔

''پتہ نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو۔'' وہ پرتشویش انداز میں بڑبڑائی۔

پھر یہ دونوں بھی باہر آئے تھے اور پارکنگ شیڈ سے ان کی گاڑی نکل ہی رہی تھی کہ حمید نے منیجر کی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے صفورا سے بیٹھنے کو کہا۔

''ارے......ارے......ہم تو غالباً ٹیکسی میں آئے تھے۔'' صفورا بوکھلا کر بولی۔

''پولیس آفیسر نے اپنی گاڑی ہمارے لئے بھجوا دی ہے۔'' حمید نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

اب وہ خان وجاہت کی گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا۔

''وہ دونوں......کیا ہم ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔'' صفورا ہانپتی ہوئی بولی۔

''تم اب خاموش ہی رہو تو بہتر ہے......!'' حمید غرایا۔

''ارے......ارے......!''

لیکن حمید نے ''ارے......ارے......'' کا کوئی جواب نہ دیا۔ کان کھا رہی تھی اتنی دیر سے۔ اب خاموش ہی رہتی تو اچھا تھا۔

پتہ نہیں وہ خائف تھی یا بوریت محسوس کرنے لگی تھی کہ سچ مچ پھر وہ بولی ہی نہیں۔ وہ شہر ہی کی سڑکوں سے گذر رہے تھے۔

''مجھے تو اب نیند آ رہی ہے......!'' صفورا منمنائی۔

''پچھلی رات بھی تمہیں نیند آ رہی تھی جس کی بناء پر آج میں اس حال کو پہنچ گیا......اب اس وقت کی نیند شائد کل مجھے مونگ پھلیاں بیچنے پر مجبور کر دے۔''

''مجھے میرے ہوٹل پہنچا دو۔''

قبل اسکے کہ حمید کچھ کہتا ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اگلی گاڑی کی ڈکے دھواں اگلنے لگی۔

آس پاس کئی چیخیں بھی ابھری تھیں۔ پھر افراتفری سی مچ گئی۔ حمید کے اوسان بحال تھے۔ وہ اپنی گاڑی آگے نکالے لیتا چلا گیا۔

بوکھلاہٹ

''ارے......ارے......روکو......روکو......دیکھو کیا ہوا۔'' صفورا ہذیانی انداز میں بولی۔

''خاموش بیٹھی رہو۔''

''یعنی......یعنی......!''

''شٹ اپ......!''

صفورا نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن صرف ہونٹ ہل کر رہ گئے۔ حمید گاڑی کی رفتار تیز سے تیز تر کرتا رہا اور پھر وہ آرلکچو کے سامنے رک گئی۔

''نیچے اُترو......!'' حمید نے کہا۔

''یہ کہاں لائے ہو۔'' صفورا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''بھوکا ہوں...... تمہیں کھاؤں گا۔''

''مجھے ڈراؤ نہیں۔''

''میں کوئی خبیث روح نہیں...... یہ میرا پسندیدہ ہوٹل ہے، یہاں کھانا کھائیں گے۔ چلو اترو......بھوک چمک اٹھی ہے۔''

وہ سہمی ہوئی سی گاڑی سے اُتری اور حمید کے ساتھ چلنے لگی۔

آرلکچو کا ڈائننگ ہال خاصا آباد تھا۔ لیکن حمید کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ وہ اس پر دھیان دیتا۔ وہ تو بہت ہی جذباتی انداز میں اُس دھماکہ کے متعلق سوچے جارہا تھا۔ دھماکہ خان وجاہت کی گاڑی کی ڈکے میں ہوا تھا اور گاڑی ہائی سرکل کلب کے پارکنگ شیڈ میں کھڑی رہی تھی۔ فریدی اور خان وجاہت ہائی سرکل کے ڈائننگ ہال میں ایک دوسرے کو خونخوار نظروں

سے گھورتے رہے تھے۔ پھر فریدی وہاں سے چلا گیا۔ وجاہت اور وہ عورت باہر نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے اور حمید نے ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ پھر دھماکہ...... اور وہ اپنی گاڑی آگے نکال لے گیا تھا۔ کیا تھا یہ سب کچھ؟ فریدی؟ کیا یہ پچھلی رات والی توہین کا انتقام تھا۔ حمید سوچتا رہا اور پھر وہ ویٹر کی آمد پر چونکا تھا۔ مینو سے کچھ یونہی اوٹ پٹانگ سی چیزیں منتخب کیں اور آرڈر دے دیا۔

''میں پوچھتی ہوں...... تم رکے کیوں نہیں تھے۔'' صفورا کچھ دیر بعد کانپتی ہوئی سی آواز میں بولی۔

''میں نے تمہاری عقل پر تو میک اپ کیا نہیں تھا پھر اتنی احمقانہ باتیں کیوں کر رہی ہو۔ ہم دونوں غیر ملکی ہیں۔ مطلب یہ کہ اس میک اپ میں اگر ہم رکتے تو یقینی طور پر پولیس ہمیں بطورِ گواہ استعمال کرنے کی کوشش کرتی۔''

''لیکن تمہارا وہ دوست پولیس آفیسر......!''

''یہ کارروائی نجی طور پر تھی۔ اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ اب میں نجی طور پر اُسے اس حادثے سے مطلع کر دوں گا۔''

''ہاں...... یہ تو درست ہے۔ ہم دشواری میں پڑ جاتے۔'' وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی اور حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

صفورا تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ''تو تم مجھ سے کیوں خفا ہو گئے ہو۔''

''خفا نہیں ہو گیا...... بھوکا ہوں...... اور بھوک کی حالت میں پتہ نہیں کیسی کیسی ہستیوں کو چبا گیا ہوں۔ پھر میں یہ نہیں دیکھتا کہ گوشت کی رنگت کیسی ہے؟''

''میں بڑی دیر سے تمہاری باتوں میں درندگی محسوس کر رہی ہوں۔''

''بس اب خاموش رہو۔ کھانے کے بعد مزید گفتگو ہوگی۔ ہر موضوع پر بے تکان بول سکوں گا۔''

وہ اُسے عجیب نظروں سے دیکھتی ہوئی خاموش ہو گئی۔ پھر کھانا آ گیا تھا۔ کھانے کے بعد

کافی کا دور چلا لیکن صفورا خاموش ہی رہی اور حمید تو اب اس سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"بہر حال ہم شہر نہ دیکھ سکے۔" صفورا روانگی کے لئے اٹھتی ہوئی بولی تھی۔

"دیکھ لیں گے شہر بھی۔"

"آخر تمہارا موڈ کیوں خراب ہو گیا ہے۔ شام تک تو اچھے خاصے تھے۔"

"اب بھی ٹھیک ہوں بابا......کان نہ کھاؤ۔"

اور پھر وہ اُسے ے پول کے قریب چھوڑ کر ہائی سرکل واپس آ گیا تھا۔ یہاں پارکنگ شیڈ میں منیجر کی گاڑی چھوڑی تھی اور واپسی کیلئے مڑ ہی رہا تھا کہ منیجر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

"گاڑی نے کوئی تکلیف تو نہیں دی جناب عالی۔"

"نہیں......!" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اب وہ سیدھا گھر جانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً ٹیکسی بھی جلد ہی مل گئی ورنہ آس پاس ٹیکسی کے لئے کچھ دیر بھٹکنا ہی پڑتا تھا۔

فریدی گھر پر موجود نہیں تھا۔ حمید نے سوچا ظاہر ہے گھر پر موجودگی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن انتقام لینے کا یہ طریقہ اُسے پسند نہیں آیا تھا۔ ارے کہیں للکار کر مارا ہوتا۔ لیکن وہ عورت......رلانے والی۔

جہنم میں جائے......اس نے سوچا۔ پھر کیا کیا جائے۔ اگر اسے علم ہوتا کہ فریدی گھر پر موجود نہیں ہے تو بارہ ایک بجے سے پہلے گھر واپس نہ آتا۔ صفورا کو ے پول میں چھوڑ کر کہیں بھی جا سکتا تھا۔

اکتاہٹ اور جھلاہٹ میں مبتلا ہو کر اُس نے خواہ مخواہ فون پر اوٹ پٹانگ کالیں کرنی شروع کیں۔ کبھی کسی جنرل مرچنٹ سے ریزر بلیڈ کے دام پوچھتا، کبھی کسی سینما ہاؤز کے منیجر سے پوچھتا کہ وہ تین ماہ بعد کون کون سی فلم اکزبٹ کرے گا۔

پھر یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ کسی نے حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک کر مڑا اور

فریدی کی شکل دیکھتے ہی ایسا بُرا منہ بنایا جیسے خودکشی کر لینے کی حد تک بور ہو گیا ہو۔

''شعر وسخن کا ذوق رکھتے ہو تو آدمیوں میں بیٹھا کرو۔ ان بیچاروں نے کیا قصور کیا ہے۔''

''انہیں کے ساتھ میری بھی پرورش ہوئی ہے۔'' حمید نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''اُوہو......!'' فریدی اُسے کھینچ کر لپٹاتا ہوا بولا۔ ''بے بی روہانسا ہو رہا ہے۔ پچ پچ......آؤ فیڈ تیار ہے۔''

''چھوڑ دیجئے مجھے......!'' حمید مچلا۔

''چلو سیدھی طرح......ورنہ......!'' فریدی اسکی گردن پکڑ کر پورچ کی طرف گھماتا ہوا بولا۔

حمید بادل ناخواستہ چلنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا ساتھ دیتا رہا۔ وہ برآمدے میں آ بیٹھے۔

حمید اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

''وہ خوبصورت ہے حمید۔'' فریدی کچھ دیر بعد بولا۔

''میں فی الحال اُس کی والدہ ماجدہ کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ ممکن ہے وہ خاتون اس سے بھی زیادہ خوبصورت رہی ہوں۔ لہٰذا مجھے بور نہ کیجئے۔''

''بکواس بند کرو۔ میں اس سے پہلے کئی بار تمہاری روداد عشق سن چکا ہوں۔ میں تو بور نہیں ہوا تھا۔''

''تو گویا یہ سچ ہے......!'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

لیکن فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سر جھکا کر سگار سلگانے لگا۔ حمید ایک پل کے لئے رک کر پھر بولنے لگا تھا۔ ''یا تو اتنا اجتناب...... یا پھر ساری منزلیں ایک ساتھ طے کر ڈالیں۔ یعنی نہ صرف عشق بلکہ رقابت بھی۔ خدا کی پناہ...... بڑی شان والا ہے تو پاک پروردگار چاہے تو گھوڑے کو بھی لاطینی بولنے پر مجبور کر دے۔''

فریدی نے طویل سانس لی اور مسکرا کر حمید کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

''آپ نے مجھے سخت مایوس کیا ہے۔'' مید خشک لہجے میں بولا۔

''بھلا وہ کیسے فرزند......؟''

''وہ شخص جو کل تک قانون کا محافظ تھا آج ایک عورت کے لئے قانون شکن بن بیٹھا۔''

''میں نہیں سمجھا......!''

''آپ نے جوشِ انتقام میں یہ بھی نہ سوچا کہ آپ کی منظورِ نظر بھی اسی گاڑی میں ہوگی۔''

''کیا بک رہے ہو۔ صاف صاف کہو۔''

''آپ نے اُن کی گاڑی کے ڈکے میں غالباً ٹائم بم رکھوا دیا تھا۔''

''تو پھر......؟''

''دھماکہ ہوا تھا......لیکن میں اُن کا انجام دیکھنے کے لئے رکا نہیں تھا۔''

''تم تعاقب کر رہے تھے؟''

''جی ہاں......اور میں نے ہائی سرکل میں آپ دونوں کو خونخوار قسم کے موڈ میں بھی دیکھا تھا اور پھر آپ چپ چاپ اٹھ کر چلے گئے تھے۔ گویا آپ خان وجاہت کو جتانا چاہتے تھے کہ اب اس کی خیر نہیں...... میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ ارے مارنا ہی تھا تو للکار کو مارا ہوتا۔ پچھلی رات بہترین موقع تھا جب اُس نے اس کا بازو آپ کے بازو سے زبردستی کھینچ لیا تھا۔ کل تو کھڑے منہ دیکھتے رہے تھے۔''

''یہ دھماکہ کس جگہ ہوا تھا حمید صاحب۔''

''زیرو روڈ اور ایگل روڈ کے چوراہے کے قریب......!''

''ہوں......اچھا......!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا اور مزید کچھ کہے بغیر اندر چلا گیا۔

حمید وہیں بیٹھا سوئنگنگ چیئر میں جھولتا رہا۔ ذہن پر ناخوشگوار سی کیفیت طاری تھی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی پھر واپس آ گیا۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔

حمید نے اُسے استفہامیہ انداز میں دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

''وہاں ایک دھماکہ سنا ضرور گیا تھا اور گاڑی کی ڈکے سے دھواں بھی نکلتا دیکھا گیا تھا۔ وہ گاڑی رکی بھی تھی۔ لیکن پھر جلد ہی زیرو روڈ پر مڑ گئی تھی۔ پولیس کو اس گاڑی کی تلاش ہے۔ نمبر بھی کوئی نہیں دیکھ سکا تھا۔''

''تو یہ اطلاع آپ مجھے کیوں دے رہے ہیں۔''

''اگر وہ ٹائم بم تھا تو گاڑی کے پرخچے اڑ جانے چاہئے تھے۔ تم کہتے ہو کہ ڈکے سے صرف دھواں نکلتا ہوا دیکھا تھا تم نے...... حد یہ ہے کہ ڈکے کھلا تک نہیں، کم از کم اُسے ہی قبضوں سے اکھڑ جانا چاہئے تھا۔ غالباً اس دھوئیں کی نمائش کے لئے وہ پہلے ہی پوری طرح بند نہ کیا گیا ہوگا۔''

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔''

''آج کل میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں۔'' فریدی نے چڑانے کے سے انداز میں کہا۔

''مجھے بھی وہیں بلوا لیجئے......!'' حمید ملتجیانہ بولا۔

''نہیں......تم نہیں...... یہ معاملہ تمہارے معیار سے کہیں زیادہ اونچا ہے۔''

''اُوہ......لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے وہ بلا محض آپ کی وجہ سے گلے لگائی ہے۔ آج شام اُس نے پورے یقین کے ساتھ اپنے پچھلے بیان کی تائید کی تھی۔ وہ وہی ہے جو شکاگو میں رلانے والی کہلاتی ہے۔ فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید اُسے گھورتا رہا۔ فریدی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر کہا۔ کل صبح دس بجے تک میں تمہیں بتا سکوں گا کہ تمہاری نئی دوست کا بیان صحیح ہے یا غلط......!''

''بھلا وہ کس طرح۔''

''حمید کیا تم کافی کے لئے کہہ سکو گے۔''

''آپ گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں ہائی سرکل میں نہیں۔''

فریدی خود ہی اٹھا اور کچن کی طرف چلا گیا۔

حمید ایک بار پھر ڈانوا ڈول ہو رہا تھا۔ یہ عشق اور رقابت کا چکر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہارڈ اسٹون بدستور بنجر ہے۔ پھر کیا قصہ ہے۔ وہ سوچتا رہا اور پھر دفعتاً چونک پڑا۔ تیز قسم کی روشنی چہرے پر پڑی تھی۔

کسی کی گاڑی پھاٹک میں داخل ہو رہی تھی۔ کون ہو سکتا ہے اس وقت۔ قاسم کی طرف

خیال گیا۔ ممکن ہے دماغ میں کھجلی اٹھی ہو۔

بہرحال گاڑی سیدھی پورچ میں چلی آئی۔ حمید اٹھ گیا۔ نہ صرف اٹھ گیا بلکہ الرٹ بھی ہوگیا۔ کیونکہ گاڑی اُسی کے محکمے کے سپرنٹنڈنٹ کی تھی۔

وہ گاڑی سے اُتر ہی رہا تھا کہ فریدی بھی اندر سے آ گیا۔

''اوہ......آپ......!'' وہ اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

''ہاں...... مجھے ہی آنا پڑا۔'' سوپر نے برآمدے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''تشریف رکھئے جناب......!'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''شکریہ......!'' اس نے بیٹھتے ہوئے کہا اور حمید کی طرف اس طرح دیکھا جیسے وہاں اس کی موجودگی غیر ضروری سمجھتا ہو۔

''تم ذرا کہہ دو...... کافی جلدی چاہئے۔'' فریدی نے حمید سے کہا اور حمید نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہاں سے رخصت ہوگیا۔

''جہنم کی کسی بھٹی پر کیتلی رکھوادو۔'' وہ راہداری سے گزرتا ہوا بڑبڑایا تھا۔

سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ مقصد حقیقتاً کافی کے لئے جلدی نہیں تھی بلکہ اُسے وہاں سے ٹالنا ہی مقصود تھا۔ وہ اب فریدی کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ لہٰذا پھر ٹیلی فون پر ٹوٹ پڑا۔ خواہ مخواہ کسی نہ کسی سے جھگڑا کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔ بس قاسم کے نمبر ڈائیل کئے۔ جانتا تھا کہ قاسم کا ایک انسٹرومنٹ خواب گاہ میں بھی رہتا ہے۔

تین بار نمبر ڈائیل کرنے کے بعد دوسری طرف سے قاسم کی دہاڑ سنائی دی تھی۔

''قون ہے......میں سو رہا ہوں۔''

''بالکل اُلو کے پٹھے ہو۔'' حمید نے آواز بدل کر کہا۔

''قیا......ابے ہوش......ہوش میں تو ہے۔''

''تمیز سے بات کرو ورنہ مار مار کر بھس بھر دوں گا۔'' حمید نے کہا۔

جواب میں قاسم نے شائد گالیاں ہی دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن غصے اور بوکھلاہٹ میں

وہ گالیاں معنویت کی حامل نہیں ہوسکی تھیں۔

''یہ کتوں کی طرح کیا بھونک رہا ہے۔'' حمید نے کہا۔ غالباً قاسم سانس لینے کے لئے رک گیا تھا۔ لیکن پھر دوسری طرف سے آواز نہیں آئی۔ ویسے سلسلہ بھی منقطع نہیں کیا گیا تھا۔

''ابے ریسیور ہاتھ میں لئے ہی سو گیا کیا۔'' حمید نے پھر کہا۔

''ابے قون......سالے......!'' قاسم کی دہاڑ سنائی دی۔ غالباً پہلے وہ غصہ اور حیرت کی زیادتی کی بناء پر کچھ نہ کہہ سکا ہوگا۔

''میں قوئی بھی ہوں......لیکن تمہیں آج رات بھر سونے نہیں دوں گا۔''

''اُوع......غرامی......قون ہے تو ع......!'' اس بار قاسم حلق کے بل چیخا تھا۔

حمید اس کی عادت سے واقف تھا کہ ہار مان کر ریسیور نہیں رکھے گا۔ جتنی دیر چاہو الجھائے رہو۔ اس سے پہلے بھی اکثر وہ جی بہلانے کے لئے ایسی حرکتیں کر چکا تھا۔ لیکن کبھی قاسم کو اس کا علم نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ حرکت اسی کی ہوتی ہے۔

''میں تمہارا خون پی لوں گا ورنہ زبان کو لگام دو سُور کے بچے۔'' حمید نے کہا۔

''جبان......ابے اپنی جبان بھی تو دیخ......اللہ غارت کردے اسے سالا......اپنی جبان نہیں دیختا۔''

''تمہیں تمیز ہی سے گفتگو کرنی چاہئے......میں چاہے کتنی ہی گالیاں کیوں نہ دوں۔''

''تیرے باپ کے دادا کی دھونس ہے قوئی۔'' قاسم کی دہاڑ سنائی دی۔

''صرف میں ہی کافی ہوں تمہارے لئے۔ باپ دادا کو کون تکلیف دے۔ اُلو کے پٹھے۔''

''بہت جلد مرے غا سالا تم......دو ماہ بعد پھر جی جلانے قو جگایا ہے مجھے۔''

''اب تو روز جگاؤں گا......مرغی کے تخم......!''

''ابے......ابے...... یہ کیا غالی ہوئی......مرغی کے تخم......!'' غالباً قاسم کی ذہنی رو بہک گئی تھی۔

''ترکی زبان میں یہی چلتی ہے۔''

''چلتی ہوگی......مگر تم......!''

''میں ایک لڑکی ہوں......آواز بدل سکتی ہوں۔''

''نہیں......!''

''ہاں...... پیارے۔'' اس بار حمید نے باریک سی نسوانی آواز نکالی اور جواب میں دوسری طرف سے قاسم کی ''ہی ہی ہی ہی'' سنائی دینے لگی اور پھر اس نے کہا۔''تو تم مجھے غالیاں......قیوں دیتی رہتی ہو۔''

''محبت میں پیارے......چڑانے کے لئے۔''

''تو آواج بھاری قرنے کی قیا جرورت ہے......اپنی میٹھی والی آواج میں غالیاں دیا قرو......الاقسم ہنس ہنس کر سنوں گا۔ہی ہی ہی۔''

''واقعی اُلو کے پٹھے معلوم ہوتے ہو۔'' حمید نے نسوانی ہی آواز میں کہا۔

''بلقل......بلقل......ہی ہی ہی۔''

''تم مجھے دیکھتے ہی رہتے ہو لیکن کبھی نہ جان سکو گے کہ وہ میں ہی ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''اللہ قسم بتادو......تمہیں میری جان کی قسم......!'' قاسم صاحب گھیل پیل ہونے لگے۔

''نہیں...... ہرگز نہیں...... یہ تو نہیں بتاؤں گی۔'' حمید نے کہا اور ٹھیک اسی وقت فریدی نے اس کی گردن دبوچ لی اور ریسیور اس کے ہاتھ سے چھین کر خود سننے لگا۔اس وقت قاسم کہہ رہا تھا۔''الاقسم بتادو میں تمہیں اپنی دل قی رانی بنالوں گا...... بولو...... ہائے بولتی رہونا...... کھاموشی کیوں ہوگئیں......!''

''اب میں اس ناہنجار کا باپ بول رہا ہوں۔'' فریدی غرایا۔

''ارے باپ رے......غوپ......!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہوگیا۔

فریدی بھی ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مڑا۔

''آخر کب تک اس بچپنے اور حماقتوں میں زندگی بسر کرو گے۔''

''غالباً ایس پی صاحب کافی ہی پینے آئے ہوں گے۔'' حمید نے سنی ان سنی کر کے کہا۔

''نہیں...... وہ مجھے اطلاع دینے آئے تھے کہ خان وجاہت نے کچھ دیر پہلے میرے خلاف ایک تحریری رپورٹ انہیں دی ہے۔''

''کس سلسلے میں......!''

''میں ان کی گرل فرینڈ پر ڈورے ڈال رہا ہوں اور انہیں حراساں کرنے کیلئے میں نے ان کی گاڑی کے ڈکے میں دھماکے کے ساتھ پھٹنے والا کوئی مادہ رکھوا دیا تھا......وغیرہ وغیرہ۔''

''ثبوت کیا ہے اُس کے پاس......!''

''کل رات نیا گرہ میں کچھ آدمیوں نے دیکھا تھا کہ وہ اپنی گرل فرینڈ کو میرے پاس سے گھسیٹ لے گیا تھا اور آج شام کو تمہاری ہی طرح کچھ اور لوگوں نے بھی ہائی سرکل کلب میں مجھ کو اُسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے دیکھا ہوگا۔''

''کیا ان گواہوں کے نام بھی رپورٹ میں درج ہیں۔''

''اُوہو......اُس کے بغیر تو وہ رپورٹ کوئی وقعت ہی نہ رکھتی۔''

''لہٰذا اب تو مجھے بتا دیجئے کہ یہ کیا چکر ہے۔''

''کل بتاؤں گا......اس سے پہلے نہیں۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے خواب گاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

''کون ہے......آ جاؤ'' فریدی نے بلند آواز میں کہا۔

ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔

''کیا بات ہے؟''

''ڈرائینگ روم میں......ایک صاحبہ۔''

''کون ہے؟''

''سمجھ میں نہیں آتا صاحب۔ انگریزی بھی فراٹے والی ہے۔ کوئی انگریز ہی ہیں۔''

حمید جو فریدی سے پہلے ہی دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا بولا۔ ''مجھے پوچھ رہی ہوں گی۔''

پھر وہ ''بطرز سرپٹ'' ڈرائینگ روم تک آیا تھا۔ لیکن دروازے میں داخل ہوتے ہی

بریک لگ گئے۔ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ ساتھ ہی دل میں یہ خواہش ہوئی کہ کار کے بریک ہی کی طرح اس کے جسم کا کوئی حصہ بھی چڑچڑا دیا ہوتا۔ کیونکہ یہ وہی محترمہ تھیں جن کی وجہ سے اس کی دوسری رات بھی غارت ہوئی جارہی تھی۔

وہ حمید کو دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔

''مم...... میں کمال سے ملنا چاہتی ہوں......!'' اس نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور حمید کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔ اتنے میں فریدی بھی اندر آ گیا۔

''کمال......!'' وہ اس کی طرف جھپٹی اور پھر حمید نے دیکھا کہ فریدی نے اُس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے ہیں۔

''وہ درندہ ہے کمال ...... پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتا ہے۔ ابھی مجھے معلوم ہوا کہ اُس نے پولیس کو تمہارے خلاف کوئی رپورٹ دی ہے اور مجھے یہ بھی کچھ ہی دیر پہلے معلوم ہوا ہے کہ تم ایک پولیس آفیسر ہو...... یقین جانو خود اسی نے گاڑی میں کوئی ایسی چیز رکھی ہوگی جو دھماکے سے پھٹ جائے......وہ جنگلی ہے۔''

''تمہیں یقین ہے کہ اُس نے میرے خلاف کوئی رپورٹ کی ہے۔''

''ارے مجھے ساتھ لے گیا تھا اُس پولیس آفیسر کے پاس۔''

''تو تم نے بھی اُس سے کچھ کہا تھا۔ میرا مطلب ہے پولیس آفیسر سے۔''

''میں کیا کہتی......وہ دونوں ملکی زبان میں گفتگو کرتے رہے تھے اور اُس نے وہ رپورٹ بھی انگریزی میں نہیں لکھی تھی۔ بس مجھے بتا دیا تھا کہ اُس کا مقصد کیا ہے۔''

''تم نے احتجاج کیا ہوگا۔''

''یقیناً...... میں دراصل اسی کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ ہم نیویارک میں ملے تھے۔ مجھے عرصہ سے مشرق کی سیر کا شوق تھا۔ میں نے وجاہت میں صرف اس حد تک کشش محسوس کی تھی کہ اس سے دوستی کرلوں۔ میں نے اسے کبھی چاہا نہیں۔ ہاں تو مئیں مشرق کی سیر کرنا چاہتی تھی وہ اپنے وطن واپس آرہا تھا۔ میں نے سوچا یہ بہت اچھا موقع ہے۔ مجھے اس کے ساتھ ہی جانا

چاہئے۔اس طرح اس خواہش کی تکمیل میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔''

''میں نے پوچھا تھا کیا تم نے احتجاج کیا تھا اس رپورٹ کے خلاف۔''

''ہاں ہاں...... میں نے اُسے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔''

''پھر اُس نے کیا کہا۔''

''اُس نے مجھے دھمکیاں دیں۔ کہنے لگا کہ وہ یہاں کے بااثر لوگوں میں سے ہے۔ میں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکوں گی اگر وہ زبردستی پر اتر آیا۔ میں بھی سوچ کر خاموش رہ گئی کہ خواہ مخواہ بات بڑھانے سے کیا فائدہ۔ لیکن اب وہاں سے بھاگ آئی ہوں۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو تمہارا پتہ دیا تھا وہ مجھے یہاں چھوڑ گیا۔''

''اب اگر خان وجاہت کو اس کا علم ہوا تو۔''

''تو کیا ہوگا...... مجھے اُسی پولیس آفیسر کے پاس لے چلو جسے تمہارے خلاف درخواست دی گئی ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گی کہ میں خان وجاہت کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔تمہارے ساتھ رہوں گی۔''

فریدی کچھ نہ بولا اور حمید تو شروع ہی سے اپنی کھوپڑی سہلاتا رہا تھا۔کبھی وہ فریدی کی طرف دیکھتا اور کبھی اس چاند کے ٹکڑے کی طرف۔ فریدی سر جھکائے خاموش کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔

''تم کیا سوچ رہے ہو۔'' دفعتاً عورت بولی۔

''خان وجاہت واقعی بااثر آدمی ہے اور خطرناک بھی۔''

''تو تم اُس سے ڈر گئے ہو۔ میں تو تمہیں ایسا نہیں سمجھی تھی۔''

''میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ حکومت کے ذمہ داروں سے اُس کے خاندان والوں کے مراسم ہیں۔ وہ میرے خلاف بہت کچھ کر سکے گا۔''

''میں کہتی ہوں مجھے اُس پولیس آفیسر کے پاس لے چلو۔ میں صاف کہہ دوں گی۔''

''اُس سے کچھ نہیں ہوگا۔''

''پھر میں کیا کروں...... بتاؤ...... تمہارے ملک میں تنہا ہوں۔ مجھے اُس درندے کے پنجے سے رہائی دلاؤ۔''

''تم اپنے سفارت خانے سے کیوں نہیں رجوع کرتیں۔''

''لیکن میں کہوں گی کیا جب کہ سفارت خانے کو اس سے پہلے ہی مطلع کر چکی ہوں کہ اپنے دوست خان وجاہت کے ساتھ قیام کروں گی۔''

پھر دفعتاً وہ حمید کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ ''یہ کون ہے؟''

''میرا اسسٹنٹ......!''

''کیا ہر معاملے میں تمہیں اسسٹ کرتا ہے۔''

''ہاں......!''

''لیکن یہاں تو اس کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔'' وہ مضحکانہ انداز میں مسکرائی۔ حمید نے بھنا کر کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''جاؤ...... آرام کرو۔''

اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اُسے بہت بلندی سے نیچے پھینک دیا ہو۔ تیزی سے وہ دروازے کی طرف مڑا تھا اور خواب گاہ میں آ کر کئی چیزیں توڑ ڈالیں تھیں۔ اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ کر سر کو کئی جھٹکے دیئے تھے۔ پھر حلق پھاڑ کر چیخنے کو جی چاہا لیکن اس خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

دل کا بخار نکالنے کے لئے زبان اینٹھی جا رہی تھی۔ دفعتاً فون پر نظر پڑی اور وہ ایک بار پھر قاسم کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ اب کے جواب ملنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

غالباً قاسم پھر نہیں سویا تھا۔

''اُو موٹے حرامزادے۔'' حمید نے ماؤتھ پیس میں دہاڑ مار کر کہا۔ لیکن جواب میں صرف ''ہی ہی ہی ہی'' سنائی دی۔

''کیا تمہاری بیوی مر گئی ہے کہ اس طرح رو رہے ہو۔!'' حمید نے کہا۔

''ارے مر بھی تو چکے قسی صورت سے...... میں تو ہنس رہا تھا۔''

''اسی طرح ہنستے ہو۔'' حمید نے ڈپٹ کر پوچھا۔

''اب نہیں آؤں غا دھو کے میں چاہے جتنی بھاری آواز میں بولو۔ ہی ہی ہی ہی''

پھر حمید اُسے بے تحاشہ گالیاں دیتا رہا اور دوسری طرف سے ''ہی ہی ہی ہی'' کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دیا تھا۔

گمشدگی

دوسری صبح حمید کو یاد نہیں آرہا تھا کہ پچھلی رات اُسے نیند کیسے آگئی تھی۔ غصے کے مارے آگ ہو رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی دروازے کی طرف جھپٹا۔ ہینڈل گھما کر جھٹکا دیا۔

دروازہ کھل گیا۔ چند لمحے کھلے ہوئے دروازے سے راہداری میں گھورتا رہا پھر دروازہ بند کر کے بستر پر جا بیٹھا۔

پچھلی رات نیند آجانے پر اُسے حیرت تھی۔ کیونکہ انتہائی جھلاہٹ کے عالم میں نیند کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

پچھلی رات قاسم کو فون پر گالیاں دینے کے بعد اُس نے پھر کمرے سے باہر نکلنا چاہا تھا لیکن دروازے کو باہر سے مقفل پا کر تلوے سے لگی تھی اور سر پر بجھی تھی۔ غصہ کے مارے قریب قریب پاگل ہو گیا تھا۔

پھر یاد نہیں کس طرح غصہ فرو ہوا تھا اور اُسے نیند آگئی تھی۔ بہر حال اب وہ سوچ رہا تھا کہ ڈیوٹی پر حاضری برحق لیکن اب وہ اپنی راتیں اس چھت کے نیچے نہیں گذارے گا۔ کوئی بات نہیں۔ اتنا ذلیل سمجھ لیا ہے کمرہ باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔ جیسے وہ مخل ہوتا۔ لعنت ہے۔ زندگی میں پہلی بار ایسی کوئی حماقت ہو جائے تو یار لوگ مربھکوں کی طرح گرتے ہیں۔ یہاں کیا غم ہے۔ اتنے قریب آ کر پھر پلٹ جانی والی لڑکیوں کی صحیح تعداد بھی اُسے یاد نہ ہوگی ہونہہ!

وہ چونک پڑا۔ کسی نے باہر سے دروازے کو کھٹکایا تھا۔

"کون ہے......آ جاؤ۔" وہ غرایا۔

آنے والا حمید کا منہ لگا ملازم شریف تھا۔ حمید نے اُسے خونخوار نظروں سے دیکھا۔

"صاحب دے گئے ہیں؟" اس نے ایک لفافہ حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بھاگ جاؤ۔" حمید نے لفافہ اُس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا اور وہ چپ چاپ کھسک گیا۔

لفافے سے برآمد ہونے والی تحریر تھی۔

"حمید......عزیزم......تمہاری خفگی حق بجانب ہے......لیکن بعد میں تمہیں اپنے غصے پر ندامت بھی ہوسکتی......لنکن چھوڑے جارہا ہوں۔ تم اسی سے ایگل بیچ والے ہٹ میں آجاؤ......میری تحریر ضائع کردو۔

فریدی۔"

اس نے غیر ارادی طور پر خط کو دیا سلائی دکھا دی۔ کاغذ جل گیا۔ لیکن اُس کا ذہن اب بھی اپنے طور پر بھٹک رہا تھا۔ ایگل بیچ پر عیش ہو رہے ہیں۔

بہرحال تحریر نے ذہن پر اچھا ہی اثر ڈالا تھا۔ اُس نے سوچا کہ یہ بھی حماقت ہی ہے کہ غصے کی بناء پر ناشتہ کہیں باہر کیا جائے۔ لہٰذا وہ ضروریات سے فارغ ہوکر ڈائننگ روم میں آیا۔

شریف یہاں بھی دکھائی دیا۔ حمید سمجھ گیا کہ وہ اُسے کچھ بتانا چاہتا ہے۔

"ابے کیوں میری جان کو آ گیا۔ دوسری بار تیری شکل دیکھ رہا ہوں۔" حمید نے اُس سے کہا۔

"میں اب بے ہوش ہوجاؤں گا صاحب......؟"

"میری طرف سے تو جان بحق بھی ہوسکتا ہے۔"

"نہیں صاحب مذاق نہیں......رات آپ پتہ نہیں کہاں تھے۔ یہاں کیا کچھ نہیں ہوگیا۔"

"کیا مطلب......؟"

''وہ میم صاحب تو آپ کے سامنے ہی آئی تھیں۔''

''ہاں تو پھر......!''

''ٹھیک دو بجے رات کو ڈی آئی جی صاحب پہنچے۔ اُن کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا اور ڈی آئی جی صاحب سے برابر کہے جارہا تھا میرا دعویٰ ہے کہ وہ یہیں ہوگی۔ صاحب سوئے نہیں تھے۔ پتہ نہیں ڈی آئی جی صاحب سے انگریزی میں کیا بات چیت ہوتی رہی۔ دوسرا آدمی غصے میں بھرا ہوا تھا۔ بار بار صاحب کی طرف مکا ہلاتا تھا۔ لیکن کمال ہوگیا صاحب کو ذرا سا بھی غصہ نہیں آیا تھا۔ وہ مسکراتے رہے تھے۔''

''اور وہ عورت کہاں تھی۔'' حمید نے پوچھا۔

''کسی کمرے میں رہی ہوگی۔ کیونکہ بعد میں صاحب اُسے ڈرائنگ روم میں لائے تھے۔''

''ان کے جانے کے بعد......؟''

''صاحب ان کی موجودگی ہی میں......عورت دوسرے آدمی کو دیکھ کر کچھ ڈرسی گئی تھی۔ اُس نے جھپٹ کر اُس کا ہاتھ پکڑا تھا......وہ چیخنے لگی تھی اور چیختے چیختے بے ہوش ہوگئی تھی۔ ڈی آئی جی صاحب ہمارے صاحب کو غصیلی نظروں سے گھورتے رہے تھے۔ پھر انگریزی میں کچھ کہتے ہوئے انہیں لوگوں کے ساتھ چلے گئے۔''

''کن لوگوں کے ساتھ......!''

''عورت اور دوسرے آدمی کے ساتھ۔ وہ بیہوش عورت کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھا۔''

''اور پھر......!''

''صاحب کچھ دیر ٹھہرے تھے اور مجھے خط دے کر وہ بھی کہیں باہر چلے گئے تھے۔ آپ والی موٹر سائیکل لے گئے ہیں۔ مجھ سے کہا تھا صبح جب آپ جاگیں اُسی وقت ان کا خط آپ کو دیا جائے۔''

حمید نے طویل سانس لی اور ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔

''وہ عورت کون تھی صاحب۔''

''اخاہ......اب آپ کو یہ بھی بتایا جائے۔''

''ہم سب بہت پریشان ہیں صاحب۔ اپنے صاحب کے بارے میں کبھی کسی سے کوئی بُری بات نہیں سنی۔''

''جاؤ......کان نہ کھاؤ۔''

وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے چلا گیا۔ پھر حمید نے محسوس کیا کہ سارے ہی ملازم دل گرفتہ نظر آرہے ہیں۔

اب اس کے ذہن میں بھی پہلا سا غبار باقی نہیں رہا تھا۔ ڈی آئی جی کی آمد۔ وہ دوسرا آدمی یقیناً خان وجاہت رہا ہوگا اور پھر اُن محترمہ کی بے ہوشی......ناشتے کے بعد اس نے پھر شریف سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ شروع کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اس عورت کا رول مشتبہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ آخر ڈی آئی جی کی موجودگی میں اس کا صرف چیخ چلا کر بے ہوش ہوجانا کیا معنی رکھتا تھا۔ شریف یا دوسرے ملازمین انگریزی نہیں سمجھ سکتے تھے۔ لیکن انہیں کم از کم اس کا سلیقہ تو تھا ہی کہ وہ بے معنی چیخ پکار اور کچھ کہے جانے میں فرق کرسکتے۔

یقیناً کوئی بڑا چکر تھا جسے فریدی اپنے طور پر نپٹانا چاہتا تھا۔ آہستہ آہستہ حمید کی عقل راہ پر آتی گئی اور وہ فریدی کی ہدایت پر عمل کرنے کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

لنکن کوٹھی کی کمپاؤنڈ سے نکل کر سڑک پر ہولی اور حمید نے تھوڑی ہی دیر بعد محسوس کیا کہ اس کا تعاقب کیا جارہا ہے۔

ایگل بیچ پہنچتے پہنچتے شبہ یقین میں تبدیل ہوگیا تھا۔ ایک لمبی سی سیاہ گاڑی کوٹھی کے قریب ہی سے لگی چلی آئی تھی۔

ہٹ کے سامنے لنکن روکتے وقت وہ اس کے برابر ہی سے گذری چلی گئی تھی۔ اس میں صرف ایک ہی آدمی تھا اور وہی اسے ڈرائیو کررہا تھا۔

حمید گاڑی سے اُتر کر ہٹ کے دروازے پر آیا۔ محافظ نے پہلے ہی اُسے دیکھ لیا تھا۔ لپکتا ہوا اس کے قریب آکر بولا۔ ''سلام صاحب......بڑے صاحب کا فون آیا تھا۔''

''کیا وہ یہاں نہیں ہیں۔''

''نہیں صاحب۔''

''کب سے نہیں آئے۔''

''ایک مہینہ ہوتا ہے صاحب......بس تھوڑی دیر کے لئے آئے تھے۔''

''خیر......خیر......دروازہ کھولو۔''

چوکیدار نے قفل کے سوراخ میں کنجی لگاتے ہوئے کہا۔ ''صاحب نے فون پر کہا تھا کہ آپ جب آئیں تو تین چار سات گیارہ پر انہیں فون کریں۔''

''تین چار......سات گیارہ......!'' حمید نے یادداشت پر زور دیتے ہوئے دہرایا۔ اس کی دانست میں یہ نمبر پہلے کبھی اس کے علم میں نہیں آئے تھے۔

بہرحال کچھ دیر ٹھہر کر اس نے فون پر چوکیدار کے بتائے ہوئے نمبر ڈائیل کئے۔

''ہیلو......تھری فور سیون ڈبل ون۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ لیکن یہ آواز تو فریدی کی نہیں تھی۔

''کیپٹن حمید اسپیکنگ......!''

''پلیز ہولڈ آن......!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر اس نے فریدی کو کہتے سنا۔ ''ٹھیک ہے۔''

''کیا ٹھیک ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''یہی کہ تم غالباً اس کا مقصد سمجھ ہی گئے ہو گے۔''

''نہ سمجھوں تو زندہ رہنے کا فائدہ ہی کیا......؟''

''بہرحال تم نے دیکھا ہے کہ اب ہم لوگوں کا تعاقب کیا جائے گا۔ محکماتی طور پر بھی اور ان لوگوں کی طرف سے بھی۔''

''کن لوگوں کی بات کر رہے ہیں۔''

''ختم کرو......فی الحال میں تمہاری کارگزاریوں پر خوش ہو رہا ہوں۔''

''اس طنز کا تعلق میری کس حماقت سے ہے۔''

''بصدقِ دل کہہ رہا ہوں فرزند...... تمہاری حماقتیں زیادہ تر میرے لئے کار آمد ثابت ہوتی رہی ہیں۔ اس بار بھی اتفاقاً ایسا ہی ہوا ہے۔''

''وضاحت فرمایئے...... ورنہ میں خوشی کے مارے پاگل نہ ہوسکوں گا۔''

''وہ نیگرلیس...... صفورا......!''

''اس پر تو کرم ہی کیجئے...... اب کیا میں اتنے کا بھی حقدار نہیں۔''

''خیر گولی مارو...... میں دشواریوں میں پڑ گیا ہوں۔''

''کیا مطلب......؟''

''خان وجاہت کی گاڑی کی ڈکی میں میری انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''اور دوسری طرف وہ عورت بھی میرے ہی گھر سے برآمد ہوئی۔''

''شریف نے مجھے بتایا تھا۔ لیکن بات میرے پلے نہیں پڑی۔''

''عزیز القدر...... وہ تو بڑی عجیب سچویشن تھی۔''

''اب جلدی سے کہہ ڈالئے...... ورنہ میرے دم نکل آئے گی۔''

''بھئی وہ پناہ لینے کے لئے میرے پاس آئی تھی...... لہٰذا میں نے ایک کمرے میں اس کے لئے انتظام کرادیا تھا۔ ڈھائی بجے رات کو خان وجاہت ڈی آئی جی صاحب سمیت آ پہنچا...... وہ مطالبہ کررہا تھا اس کا۔ میں نے اُسے بلوایا اور وہ پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی بے ہوش ہوگئی۔ اب تم خود سمجھو فوری طور پر ان لوگوں نے کیا سمجھا ہوگا۔''

''اب کیا خیال ہے ان کا......!''

''وہ ہوش میں آ گئی ہے لیکن زبان بند ہے۔ کچھ بولتی ہی نہیں۔''

''میں جا کر زبان کھلوادوں۔'' حمید نے چہک کر پوچھا۔ ''ہے کہاں......؟''

''سول ہسپتال میں۔''

"تو پھر آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔"

"فی الحال آرام کر رہا ہوں......میرے متعلق کسی کے بھی سوال کا صحیح جواب نہ دو۔سوال کرنے والے خواہ ہمارے آفیسر ہوں خواہ ملنے جلنے والے۔"

"آخر چکر کیا ہے......خان وجاہت کی گاڑی کی ڈکے میں آپ کی انگلیوں کے نشانات ......کیونکر ملے۔"

"ظاہر ہے کہ وہ میری ہی انگلیوں کے نشانات تھے۔"

"اوہو......تو وہ آتشگیر مادہ۔"

"وہ صرف ایک آٹو میٹک پٹاخہ تھا......مقصد یہ تھا کہ وہ دونوں کسی کھلی جگہ میں گاڑی سے باہر نکل آئیں۔"

"آخر کیوں؟"

"عورت کی تصویر لینی تھی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"احمق ہو......تمہاری اس نیگریس دوست کے بیان کی تصدیق کرنی تھی۔"

"تو کیا......؟"

"ہاں......تصدیق ہوگئی ہے۔اس کا بیان درست معلوم ہوتا ہے۔وہ نیک نام عورت نہیں ہے۔کسی دور دراز اسٹیٹ سے نام بدل کر پاسپورٹ حاصل کیا ہوگا اس نے......بہر حال شکاگو پولیس کی رپورٹ اس کے بارے میں اچھی نہیں۔"

"کیا چکر ہے۔"

"کچھ بھی ہو کیس کی کامیابی کا سہرا تمہارے ہی سر رہے گا مطمئن رہو۔"

"لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ڈکے میں آپ نے اپنی انگلیوں کے نشانات کیسے چھوڑے۔"

"جان بوجھ کر۔فی الحال تم اس چکر میں نہ پڑو۔ویسے تمہیں عام طور پر ظاہر یہی کرنا ہے کہ تم میری گمشدگی کی وجہ سے پریشان ہو۔"

''کیا قیام یہیں رہے گا۔''

''ضروری نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارا تعاقب کیا جاتا ہے یا نہیں۔''

''ایک بات اور بتا دیجئے۔ کیا وہ عورت کسی کیس کی تفتیش کے دوران میں دریافت ہوئی تھی۔''

''نہیں......بس یونہی اتفاقاً......دریافت نہیں ہوئی تھی بلکہ اب تو یہی کہنا چاہئے کہ اس نے مجھے دریافت کیا تھا۔''

''نام کیا ہے۔''

''نوما اسکراٹا کے نام سے شکاگو پولیس جانتی ہے۔ یہاں ایلی نور کے نام کے پاسپورٹ پر آئی ہے۔ خیر ہاں تو سنو۔ تم جب بھی چاہو اسی فون نمبر پر مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ میں نہ ملوں تو پیغام لکھوا دو۔''

''کچھ اور......!''

''نہیں بس......!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حمید نے طویل سانس لی اور ریسیور رکھ کر کھڑکی کے قریب آ کھڑا ہوا۔

آسمان پر بادل تھے اور سمندر کی طرف سے آنے والی ہوا خنک تھی۔ بہرحال بحیثیت مجموعی وہ دن خوشگوار کہا جا سکتا تھا۔ اس نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے سوچا یقیناً وہ لوگ فریدی کو کسی جال میں پھانسنا چاہتے ہیں۔ مگر خدا کی پناہ...... یہ عورتیں......اُس کے انداز میں کتنی سپردگی تھی جب وہ فریدی کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔ آنکھوں میں، گویا محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ایسا لگتا جیسے وہ اپنے وجود کو فریدی کے وجود میں سمو دینا چاہتی ہو۔ پھر کیسی کربناک کیفیت اس کی آنکھوں میں نظر آئی تھی جب خان وجاہت اُسے فریدی کے پاس سے گھسیٹ لے گیا تھا۔ خداوندا یہ سب کچھ کیا ہے۔ یہ صلاحیت تو نے صرف عورتوں میں کیوں ودیعت کی ہے۔ پھر اسے صفورا یاد آئی اور اسے تسلیم کر لینا پڑا کہ خود قدرت ہی فریدی پر مہربان ہے۔ ورنہ کیا یہ ضروری تھا کہ وہ اس کی ضد میں کسی ایسی عورت سے جا ٹکراتا جو اس عورت نوما اسکراٹا سے اس حد تک واقف ہوتی۔ بہرحال صفورا کے بیان کردہ حالات جاننے سے قبل فریدی

نوما اسکراٹا کے بارے میں کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکا تھا۔ کیا کہا جا سکتا ہے اس اتفاق کو۔

اس حد تک تو حمید کی الجھن رفع ہوگئی تھی کہ اس کہانی میں فریدی کسی قسم کا رول ادا کر رہا ہے لیکن اب یہ فکر تھی کہ فریدی اس سلسلے میں کرے گا کیا۔

وہ کافی دیر تک کھڑکی کے قریب کھڑا پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا تھا۔ اس کے بعد جو شامت نے گھیرا تو دریافت حال کے لئے سرجنٹ رمیش کو فون کر بیٹھا۔ اس نے کہا فوراً آفس پہنچو ورنہ تم بھی لاپتہ قرار دے دیئے جاؤ گے۔

اور پھر جب وہ آفس پہنچا تو وہاں کافی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ فریدی کے حریف آفیسروں نے اُسے گھیر لیا اور وہی افواہ سننے میں آئی جس کا خدشہ تھا۔ اغواء بالجبر اور ایسی زبردستی کہ وہ ہوش و حواس ہی کھو بیٹھی۔ ایک انسپکٹر نے تو کھل کر کہا تھا کہ فریدی صاحب کا تجرد رنگ لایا ہے۔ بالآخر بوکھلا گئے حضرت۔ ساری بندشیں ٹوٹ گئیں۔ ایسے خبط الحواس ہوئے کہ سالہا سال کی نیک نامی کو داغ لگا بیٹھے۔ حمید کیا بولتا۔ بس سنتا اور لطف لیتا رہا تھا۔ پھر ایک صاحب کی کسی بات کا جواب دیتے ہوئے مزے لے لے کر بولا تھا۔ ”بس کیا پوچھتے ہیں صاحب۔ مجھے تو صبح ہی علم ہو سکا جب چڑیاں کھیت چگ چکی تھیں۔ ویسے رات کو ڈیڑھ بجے آنکھ کھلی تھی اور میں نے کسی ضرورت سے باہر نکلنا چاہا تھا لیکن نہیں نکل سکا تھا کیونکہ میرے کمرے کا دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔ یقین کیجئے میرے فرشتوں کو بھی اصل واقعہ کا علم نہیں تھا ورنہ چیخ چیخ کر پوری کوٹھی سر پر اٹھا لیتا۔ مجھے تو صبح نوکروں سے معلوم ہوا تھا...... اوہ...... میں نہیں جانتا کہ اب وہ کسی کو منہ دکھا بھی سکیں گے یا نہیں۔“

پھر اسے براہِ راست ڈی آئی جی کے آفس میں طلب کر لیا گیا۔ ڈی آئی جی کے سامنے پیشی ہوئی اور اس نے وہی سب کچھ بتایا جو اس سے پہلے دوسروں کو بتا چکا تھا۔

ڈی آئی جی کے استفسار پر اس نے کہا۔ ”جناب عالی یقین فرمایئے۔ میں ایسی کسی عورت کے وجود کا علم نہیں رکھتا تھا۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ سب کچھ خواب ہے۔“

”مجھے بے حد افسوس ہے...... ایسا شاندار آفیسر جسے محکمے کی ناک کہنا چاہئے اس طرح

ضائع ہو گیا۔ اب کیا ہو سکتا ہے...... اگر وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنے کے لئے سامنے نہیں آتا تو کوئی کیا کر سکے گا۔ کچھ بھی تو نہیں۔"

ڈی آئی جی سچ مچ رنجیدہ معلوم ہوتا تھا۔ حمید کے ذہن پر بھی خواہ مخواہ افسردگی طاری ہونے لگی۔

"اچھی بات ہے۔" ڈی آئی جی نے ملاقات ختم ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم کم از کم ہر وقت محکمے کی پہنچ ہی میں رہنا۔"

"بہتر جناب۔" حمید نے کہا تھا اور سلام کر کے رخصت ہو گیا تھا۔

گورکھ دھندا

دو دن جوں توں گذرے اور تیسرے دن تو حمید کا دم گھٹنے لگا۔ فریدی کے بتائے ہوئے نمبروں پر فون کر کے پیغامات نوٹ کراتا رہا تھا۔ خود اس سے ایک بار بھی گفتگو نہیں ہو سکی تھی۔

تیسرا دن گذرانا مشکل ہو گیا اور اب تو اُسے بھی ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے سچ مچ فریدی سے اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب ہو گیا ہو۔ گھٹن کی وجہ غالباً یہی احساس تھا۔ اسی دن اُسے اطلاع ملی کہ خان وجاہت نے محکمے کے بعض آفیسروں کو بُرا بھلا کہا تھا اور اُن پر یہ بات واضح کی تھی کہ اگر مجرم دو دن کے اندر اندر نہ پکڑا گیا تو وہ اس معاملے کو آگے بڑھا دے گا۔ پریس کو بھی مطلع کر دے گا کہ خود قانون کے محافظ کس طرح قانون کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

اس کا دل چاہا کہ خان وجاہت کو راہ چلتے للکار دے۔ لیکن پھر یہ سوچ کر خاموش ہو رہا تھا کہ پھر قانون کے محافظوں کی غنڈہ گردی کے حوالے بھی دیئے جانے لگیں گے۔ ویسے یہ کوئی نہیں سوچتا کہ قانون کے محافظ بھی آدمی ہی ہوتے ہیں اور ذاتی توہین پر انہیں بھی غصہ آ سکتا ہے۔

اسی شام کو وہ ہائی سرکل نائٹ کلب میں جی بہلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ خان وجاہت سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اس کے ساتھ دو آدمی بھی تھے۔ اُن میں سے ایک نے حمید کی طرف اشارہ کیا اور وہ تینوں سیدھے اسی کی میز کی طرف بڑھتے چلے آئے۔

وہ اپنی میز پر تنہا تھا۔ تین کرسیاں خالی تھیں۔ وہ اس کی اجازت حاصل کئے بغیر بیٹھ گئے۔ حالانکہ یہ کلب کے ضوابط کے خلاف تھا۔

''تم کیپٹن حمید ہو۔'' خان وجاہت نے توہین آمیز لہجے میں کہا۔

''ہاں......اور بدتمیزوں کا جبڑا توڑ دینے کے لئے شہرت رکھتا ہوں۔''

''کیا مطلب......؟''

''ہمارے معاشرے میں ایسا طرزِ تخاطب بدتمیزی کے مترادف ہے۔''

''میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ فریدی کہاں ہے۔'' خان وجاہت میز پر گھونسہ مار کر بولا۔

''تم ہو کون......؟'' حمید آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

''شٹ اپ......!''

حمید اچھل کر کھڑا ہوگیا اور ٹھوکر مار کر کرسی ایک طرف گرادی۔ ساتھ ہی اس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر پہنچ گیا تھا۔

وہ تینوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

دفعتاً اُن میں سے ایک آدمی نے خان وجاہت کی طرف مڑ کر لجاجت سے کہا۔ ''باس پلیز بات بڑھانے سے کیا فائدہ......کیپٹن حمید بہت اچھے آدمی ہیں۔''

''اچھا تو پھر تم ہی گفتگو کرو۔'' خان وجاہت نے کہا۔ لیکن اس بار بھی اس کا لہجہ پھاڑ کھانے کا سا تھا۔

''بیٹھ جایئے کیپٹن......!'' اُسی آدمی نے حمید کی گرائی ہوئی کرسی سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ ''اب گفتگو دوستانہ ماحول میں ہوگی۔ باس ہمارے معاشرے سے کافی دنوں دور رہے ہیں۔''

اس اچانک تبدیلی کے لئے حمید تیار نہیں تھا۔ وہ تو سمجھتا تھا کہ دوسرے ہی لمحے میں ہولسٹر

سے ریوالور نکال لینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ بہر حال اُسے طوعاً و کرہاً بیٹھنا پڑا۔ اتنی دیر میں منیجر بھی دوڑا آیا تھا۔ لیکن وجاہت نے ہاتھ کے بے ڈھنگے اشارے سے اُسے واپس جانے کو کہا۔ وہ بے بسی سے حمید کی طرف دیکھتا ہوا چپ چاپ چلا گیا۔

''مادام ایلی نور...... ہوش میں آ گئی ہیں۔'' وجاہت کے ساتھی نے کہا۔ ''مطلب یہ کہ اب وہ گفتگو بھی کر سکتی ہیں۔ ہم نے اُن سے انکی خیریت معلوم کرنی چاہی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ وہ کرنل فریدی کے اسسٹنٹ ہی کی موجودگی میں گفتگو کر سکیں گی جو اس وقت وہاں موجود تھا۔''

''تو پھر آپ حضرات سیدھے میرے ہی پاس کیوں چلے آئے۔ کرنل فریدی کے دو اسسٹنٹ اور بھی ہیں۔ سارجنٹ رمیش اور سردار امر سنگھ......''

''ان دونوں حضرات کے تعارف پر وہ اُن سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کر چکی ہیں۔''

''پھر یہ قطعی غلط ہے کہ اُن کی مراد مجھ سے ہوگی...... میں تو بے خبر سو رہا تھا۔''

''یہ تو وہ بیان ہے جو آپ نے اپنے محکمے کو دیا ہے۔'' دوسرا آدمی اپنی آنکھ دبا کر مسکرایا۔

''میرے پاس دوسرا کوئی بیان نہیں ہے۔''

''اچھا تو پھر ازراہِ انسانیت ہماری یہ خواہش پوری کر دیجئے۔ وہ باس کی مہمان تھیں۔ اس حادثے سے باس کی سخت توہین ہوئی ہے۔''

''بھائی...... میں تو اس توہین کا ذمہ دار نہیں اور پھر چونکہ یہ معاملہ ایک کیس کی حیثیت حاصل کر چکا ہے لہٰذا میں اپنے سپرنٹنڈنٹ کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔''

''ہم آپ کے لئے اجازت نامہ ہی لائے ہیں...... ملاحظہ کیجئے۔'' اُس نے جیب سے ایک کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔

یہ اُس کے لئے سپرنٹنڈنٹ کا حکم نامہ ہی تھا جس میں کہا گیا تھا کہ مس ایلی نور کا بیان قلم بند کرے۔

''ہمیں سپرنٹنڈنٹ صاحب ہی سے معلوم ہوا تھا کہ آپ یہاں ملیں گے۔'' وہی آدمی بولا اور حمید نے پرتشویش انداز میں اپنے سر کو جنبش دی۔ ڈی آئی جی کے حکم کے مطابق آج

کل وہ محکمے کو اپنی نقل وحرکت سے باخبر رکھتا تھا۔ لہٰذا یہاں سے بھی اُس نے فون پر ایک ذمہ دار آفیسر کو مطلع کیا تھا کہ وہ اس وقت یہاں موجود ہے۔

''تو یہ کہئے۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔ ''مجھے کارروائی شناخت کے لئے وہاں لے جایا جارہا ہے۔''

''اب جو کچھ بھی سمجھئے۔ حکم نامہ آپ کے حوالے کرچکا ہوں۔''

''ہوں...... اُوں......!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''چلئے...... لیکن ٹھہرئیے۔ میں یہاں سے روانگی کی اطلاع بھی اپنے محکمے کے ایک ذمہ دار آفیسر کو دوں گا۔''

''آپ کی مرضی۔''

حمید اُن تینوں آدمیوں کے ساتھ منیجر کے کمرے میں آیا۔ وہاں سے اپنے آفس کو اطلاع دی کہ وہ سپرنٹنڈنٹ کے تحریری حکم کے مطابق خان وجاہت اور اُس کے دو ساتھیوں کے ہمراہ خان وجاہت کی قیام گاہ پر جارہا ہے اور پھر وہ باہر آگئے۔ خان وجاہت کے ساتھی نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہوش آجانے کے بعد وہ ہسپتال سے خان وجاہت کی کوٹھی میں منتقل کردی گئی ہے۔

اور خان وجاہت کی کوٹھی کے اُس کمرے میں پہنچ کر جہاں وہ عورت موجود تھی حمید پر یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ اُس کے لئے باقاعدہ طور پر جال بچھایا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں اس نے ڈی آئی جی کو بھی بیٹھے پایا۔ عورت ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھی اور پہلے سے کہیں زیادہ حسین دکھائی دیتی تھی۔

''ہاں.... یہی ہے۔'' اس نے حمید کو دیکھتے ہی کہا۔ ''یہ آدمی اس وقت وہاں موجود تھا۔''

ڈی آئی جی نے قہر آلود نظروں سے حمید کی طرف دیکھا اور حمید سمجھ گیا کہ سچ مچ اس سے پہلے امر سنگھ اور رمیش کی شناختی پریڈ ہوچکی ہے۔

''میرا خیال ہے کہ آپ نے خواب دیکھا تھا۔'' حمید ڈھٹائی سے بولا۔

''فضول بکواس مت کرو۔'' ڈی آئی جی نے غضب ناک ہوکر کہا۔

حمید نے خاموشی اختیار کی اور اندر ہی اندر کھولتا رہا۔اب اس عورت نے بولنا شروع کیا۔ بالتفصیل ایسے دل ہلا دینے والے واقعات بیان کررہی تھی کہ شیطان کے کان بھی بہرے ہوجائیں۔

ڈی آئی جی کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔آخر اُس نے اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔''اب تم کیا کہو گے۔''

''جناب عالی! میں کیا عرض کروں۔میں نے پہلے بھی ساری باتیں دوسروں سے سنی تھیں اور یہ واقعہ ان کی زبانی سن رہا ہوں۔پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر کرنل صاحب ایسے ہی بہیمانہ موڈ میں تھے تو انہیں اس کا ہوش کیسے رہا ہوگا کہ ان سے میرا بھی تعارف کراتے۔انہیں یہ بتاتے کہ یہ میرا اسسٹنٹ ہےاور اگر انہوں نے خود ہی اندازہ لگایا تھا کہ میں ان کا اسسٹنٹ ہوں تو پھر یہی کہا جاسکتا ہے کہ میں نے اس نامعقولیت میں بھی انہیں اسسٹ کیا ہوگا۔''

''تم کیا بکواس کررہے ہو۔'' خان وجاہت بول پڑا۔

''شٹ اپ یور ڈرٹی سوائین......میں صرف اپنے آفیسر کو جواب دہ ہوں۔'' حمید کا پارہ ایک دم چڑھ گیا۔

ٹھیک اسی وقت ایک ملازم ہانپتا کانپتا کمرے میں داخل ہوا۔

''سرکار وہ چلے آرہے ہیں......روکے نہیں رکتے۔'' اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''کون......!'' خان وجاہت دروازے کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ دو آدمی اندر داخل ہوئے۔اُن میں سے ایک نے فلٹ ہیٹ اتارتے ہوئے ڈی آئی جی کو سلام کیا۔

''تم......!'' ڈی آئی جی بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہوگیا۔''اس طرح۔''

حمید کا تو سر ہی گھوم کر رہ گیا تھا۔اس نے سوچا ممکن ہے فریدی کو یہاں ڈی آئی جی کی موجودگی کا علم نہ رہا ہو اور وہ ہر قسم کی احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر خان وجاہت سے نپٹنے کے لئے اس طرح زبردستی گھس آیا ہو۔

''جناب عالی......!'' فریدی نرم لہجے میں بولا۔''اس نازک موقع پر میری موجودگی بہت

ضروری تھی۔"

پھر اس نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر کہا۔"یہ ہیں مسٹر مائیکل برگ شکاگو پولیس کے انسپکٹر بکار خاص۔"

"مائیکل برگ......!" عورت اچھل پڑی۔

"ہاں کتیا......اب کہاں جاؤ گی بچ کر۔" فریدی کا ساتھی بولا۔

اب حمید نے غور سے دیکھا وہ یقیناً ایک سفید فام غیر ملکی تھا۔

"یہ کیا گورکھ دھندا ہے۔" ڈی آئی جی فریدی کی طرف متوجہ ہوکر بڑبڑایا۔

"مائیکل برگ.....یہاں سے چلے جاؤ۔" دفعتاً عورت اٹھتی ہوئی بولی۔"یہ شکاگو نہیں ہے۔"

"آج پہلی بار تمہارے خلاف ایک واضح ترین ثبوت ہاتھ آیا ہے۔کیا سمجھتی ہو تم۔ میں اس موقع سے فائدہ نہ اٹھاؤں گا۔"

"کیسا ثبوت......؟"

"شکاگو کی نوما کم از کم شکاگو کے لئے نوما ہی رہے گی۔ایلی نور نہیں بن سکتی۔تم نے نام بدل کر جعلی پاسپورٹ پر سفر کیا ہے۔دو حکومتوں کو دھوکا دیا ہے۔تم پر ہاتھ ڈالنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے۔باقی ہم خود ہی اگلوالیں گے۔"

"تم کوئی بھی ہو نکل جاؤ یہاں سے ورنہ دھکے مار کر نکال دوں گا۔" خان وجاہت دہاڑا۔

"میری موجودگی میں بھی۔" فریدی استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

ڈی آئی جی بالکل خاموش تھا۔

خان وجاہت انسپکٹر مائیکل کی طرف گھونسہ تان کر بڑھا۔

"ہوش میں آؤ۔" فریدی انکے درمیان آتا ہوا غرایا۔"مجھے علم ہے کہ تم بہت طاقتور ہو۔"

"اچھا تو پہلے تم ہی لو۔" خان وجاہت نے فریدی پر ہاتھ چھوڑ دیا۔لیکن وہی ہاتھ پل بھر میں فریدی کی گرفت میں تھا۔وجاہت نے بائیں ہاتھ کو کام میں لانا چاہا لیکن وہ بھی فوری طور پر پکڑ لیا گیا۔پھر شروع ہوئی زور آزمائی۔

''یہ کیسا ظلم ہے......؟'' دفعتاً نوما بولی۔ ''ایک بڑے آفیسر کے سامنے ماتحت کی یہ جرأت......!''

''فریدی......!'' ڈی آئی جی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

''براہِ کرم فی الحال مداخلت نہ کیجئے۔ میرا خصوصی اجازت نامہ محفوظ ہے اور وہ ایسے مواقع پر کام آتا ہے۔ خان وجاہت اگر تم نے جھٹکا دے کر اپنی کلائیاں چھڑانے کی کوشش کی تو کلائی کی ہڈیوں کی ضمانت نہ دی جا سکے گی۔''

خان وجاہت کسی بپھرے ہوئے بھیڑیئے کی طرح غرا رہا تھا۔ لیکن شاید اس نے بھی یہ محسوس کر لیا تھا کہ فریدی نے غلط نہیں کہا۔ اسی لئے اب جھٹکے سے کلائی چھڑا لینے کی کوشش ترک کر دی تھی اور اُس پر پلا پڑ رہا تھا۔

دفعتاً فریدی ڈی آئی جی سے کچھ کہنے کے لئے اس کی طرف مڑا۔ ساتھ ہی نوما پر بھی نظر پڑی جس نے پستول نکال لیا تھا۔

''ہاتھ اٹھاؤ سب......!'' تیز سیٹی کی سی آواز میں چیخی تھی اور فریدی نے بڑی پھرتی سے خان وجاہت کو پستول کی زد پر موڑ دیا تھا۔

''چھوڑ دو اسے ورنہ فائر کر دوں گی۔''

''خاموش رہو میری توہین نہ کرو۔'' خان وجاہت غرایا۔

''نوما! پستول زمین پر ڈال دو۔'' انسپکٹر مائیکل کی آواز تھی۔

''اچھا تو پہلے تم ہی سہی۔'' نوما کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی فریدی نے خان وجاہت کو دھکا دیا۔ فائر کی آواز ہوئی اور خان وجاہت کراہا۔

فریدی نے اُسے اس طرح دھکیلا تھا کہ وہ نوما اور مائیکل کے درمیان آ گیا تھا۔ اسی وقت نوما نے مائیکل پر فائر بھی جھونک مارا تھا۔ لیکن اسے دوسرے فائر کی مہلت نہ ملی کیونکہ اس کے بعد فریدی اس کی طرف جھپٹا تھا۔ نوما نے خان وجاہت کو لڑکھڑاتے دیکھا تھا۔ ٹھٹکی تھی اور پھر اس کا پستول فریدی کے ہاتھ میں نظر آیا تھا۔ ایک ہاتھ سے اس نے اس کا پستول سنبھالا تھا

اور دوسرے ہاتھ سے بازو پکڑ کر اُسے مائیکل کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا تھا۔ ''لو اسے سنبھالو۔''

مائیکل نے اس کے سر کے بال مضبوطی سے پکڑتے ہوئے دو تین جھٹکے دیئے اور وہ چوٹ کھائی ہوئی کتیا کی طرح بلبلانے لگی۔

خان وجاہت کے بائیں شانے میں گولی لگی تھی۔

''حمید......!'' فریدی بولا۔ ''خان وجاہت کو محکمے کی حوالات میں دینا ہے۔''

''تم جو بھی کرر ہے ہو۔'' ڈی آئی جی نے کچھ کہنا چاہا لیکن فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''خصوصی اجازت نامہ کا حوالہ دینے کے بعد ذمہ داری مجھ پر ہوتی ہے۔ بہر حال میں کچھ دیر بعد آپ کو بھی مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔''

خان وجاہت نے پھر مزاحمت کرنی چاہی تھی لیکن فریدی نے بڑی سنجیدگی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ زخمی ہے اگر اسکے ہاتھوں سے بھی مزید زخم پہنچے تو اسے افسوس ہوگا۔

❖

دوسری شام کو حمید فریدی کے مہمان خانے میں انسپکٹر مائیکل کے لئے کاک ٹیل بنا رہا تھا۔ مائیکل اور فریدی سگار سے شغل کرر ہے تھے اور صفور امدہم سروں میں ایک گیت گا رہی تھی۔

حمید اسے یہاں لے آیا تھا لیکن اپنے بارے میں نہ جانے کیوں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خود بھی ایک آفیسر ہے۔ فریدی کو اپنے اس دوست پولیس آفیسر کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا۔ جس کے کہنے پر مبینہ طور پر انہوں نے نوما کا تعاقب کیا تھا۔

ابھی تک حمید کو یہ نہیں معلوم ہوسکا تھا کہ آخر خان وجاہت کیوں حوالات میں دیا گیا ہے۔ وہ کہہ سکتا تھا کہ وہ بھی نوما کے دھوکے میں آ گیا تھا۔ اس کی اصلیت سے واقف نہیں تھا۔

دفعتاً فریدی نے اردو میں کہا۔ ”برخوردار......اب اپنی اس عنبر فام کو رخصت کیجئے۔“ اور حمید نے صفورا سے کہا۔ ”تم سانپ دیکھنا چاہتی تھیں۔ آؤ چلو میرے ساتھ۔“ حمید صفورا کو عمارت کے اس حصے میں لایا جہاں سانپ تھے۔ راستے میں شریف مل گیا۔ اس نے صفورا کو اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”تم اس کے ساتھ جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔“ اور پھر مہمان خانے کی طرف پلٹ آیا۔ اسے یقین تھا کہ فریدی اس وقت مائیکل سے کسی اہم معاملے پر گفتگو کر رہا ہوگا۔ اسی لئے صفورا کو وہاں سے ہٹایا تھا۔ اس کا خیال غلط نہ نکلا۔ فریدی انسپکٹر مائیکل سے کہہ رہا تھا۔

”نوما یہاں خان وجاہت کی مدد سے اپنے کاروبار کو مزید وسعت دینا چاہتی تھی۔ اس طرح دنیا میں ایک بالکل ہی نیا بین الاقوامی گروہ منشیات کی ناجائز تجارت کے لئے تشکیل پاجاتا۔ نوما اُس کی سربراہ ہوتی اور ہمارے ملک کی ناجائز تجارت کی سربراہی خان وجاہت کے حصے میں آتی۔ یہاں کے جرائم پیشہ میرے بارے میں کبھی کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے راستے سے ہٹائے بغیر وہ کسی بڑے جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔ لہٰذا نوما کو مشورہ دیا گیا کہ کسی طرح مجھے الجھا دیا جائے تاکہ وہ اطمینان سے بزنس آرگنائز کر سکیں۔ خان وجاہت کی موٹی عقل میں یہ تدبیر آئی کہ خود مجھے ہی کسی معاملے میں ملوث کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کی دانست میں مجھے اپنی برأت کی فکر ہوتی اور میں چاروں طرف سے توجہ ہٹا کر اپنے ہی الجھیڑوں میں پڑ جاتا۔ بہرحال نوما خود ہی میری طرف آئی تھی اور خان وجاہت نے رقابت کا ڈھونگ رچایا تھا۔ مجھے پہلے ہی شبہ ہوگیا تھا کہ کوئی چکر ہے لہٰذا معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے میں بھی نوما کی طرف جھکتا چلا گیا۔ لیکن خان وجاہت کی رقابت مجھے کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچنے دے رہی تھی۔ اچانک قدرت مہربان ہوئی مجھ پر اور وہ کالی لڑکی خود بخود عقدہ کشائی کا باعث بن گئی۔ میں نے تم سے رابطہ قائم کیا اور تم اس خوشی میں دوڑے چلے آئے کہ تمہیں پہلی بار نوما کے خلاف ایک واضح ترین ثبوت مل رہا ہے۔“

”میں تمہارا شکر گذار ہوں...... پیارے دوست۔“ مائیکل بولا۔ ”لیکن ہمیں اس کا قطعی

علم نہ تھا کہ نوما اتنی اذیت پسند بھی ہے۔ ہم تو اُس کے کالے کاروبار کے متعلق کوئی واضح قسم کا ثبوت فراہم کرنے کی فکر میں رہے تھے۔"

"لیکن پھر وہ شکاگو میں رلانے والی کے نام سے کیوں مشہور ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"بلاشبہ...... وہاں اس کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن وجہ دوسری ہے۔ بھولے بھالے نوجوانوں سے عشق کا ڈھونگ رچاتی ہے اور پھر کچھ دنوں کے بعد انہیں ٹھکرا دیتی ہے اور وہ شراب خانوں میں بیٹھے نشہ کی حالت میں روتے دیکھے جاتے ہیں۔"

"خان وجاہت کے خلاف آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔" حمید نے فریدی سے پوچھا۔

"وہ تو کسی صورت سے بچ ہی نہیں سکتا کیونکہ اُس نے یہاں کے پرانے جرائم پیشہ لوگوں سے ساز باز شروع کردی تھی۔ انہیں منشیات کی ناجائز تجارت کے سائنٹیفک طریقوں پر لیکچر دیا کرتا تھا۔ باقاعدہ کلاس لیتا تھا۔ حمید صاحب وہ سب میری گرفت میں آ گئے ہیں۔ چار دنوں تک یہی سب کچھ تو کرتا رہا ہوں۔ خان وجاہت کو مطمئن کردیا تھا میں نے کہ میں پوری طرح اس کے چکر میں پھنس گیا ہوں۔ اسی یقین دہانی کے لئے میں نے اس گاڑی کے ڈکے میں انگلیوں کے نشانات چھوڑے تھے۔ وہ سمجھا شائد مجھ پر بھی رقابت سوار ہوگئی ہے۔ اسی لئے وہ مجھے نوما کے ساتھ ملوث کرنے میں جلد بازی سے کام لے گیا۔ میرے غائب ہوجانے پر سمجھا کہ میں شہر ہی سے چلا گیا ہوں کیونکہ اُس کی دانست میں فوری طور پر اپنی صفائی نہیں پیش کرسکتا تھا۔ بہرحال وہ میری طرف سے مطمئن ہوکر اپنے کام میں لگ گیا اور میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔"

"مجھے حیرت ہے کہ آپ نے اتنی جلدی یہ سب کچھ کیسے کرلیا۔"

"بیسویں صدی میں بیٹھ کر حیرت کا اظہار کررہے ہو۔ ارے نوما کی تصویر اسی رات کو لاسلکی کے ذریعہ شکاگو بھجوا دی تھی اور دوسری صبح اسی ذریعے سے جواب وصول کرلیا تھا اور مائیکل بائی ایئر پہنچے ہیں یہاں۔"

"آخری سوال...... سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آپ نے اس رات میرا کمرہ باہر سے مقفل کیوں کردیا تھا۔"

''میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کیوں آئی ہے۔ مجھے یقین تھا کہ زبردستیوں والا ہی ڈرامہ اسٹیج کیا جائے گا۔لہٰذا میں نے سوچا کہیں تم کوئی حماقت نہ کر بیٹھو...... عقل مند بننے کی کوشش نہ کر ڈالو...... کھیل بگڑ جاتا اور اس طرح۔''

''ہوں...... اُوں......!'' حمید سر ہلا کر بولا۔''ایک بات اور ہے...... خیر...... پھر سہی، کبھی تنہائی میں پوچھ لوں گا۔''

مائیکل ہنسنے لگا۔فریدی سگار سلگا رہا تھا۔

ختم شد